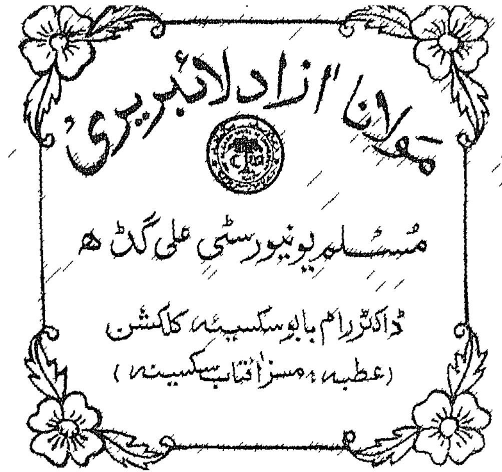


مولانا آزاد لائبریری
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
ڈاکٹر رام بابو سکسینہ کلکشن
(عطیہ مسز آفتاب سکسینہ)

1729

سوانح عمری زیب النسا بیگم

از

انتظام اللہ

مقدمہ

شہزادی زیب النساء مرحومہ کی چند سوانحعمریاں نظر سے گذریں اُن میں سے مختصر رسالہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم کا تو محققانہ ہے باقی ہر ایک خرافات کا مجموعہ ہے پہلے پہل منشی، محمد الدین - خلیق نے حیات زیب النساء" مرتب کی جسمیں فرضی باتوں کو اہمیت دیکر حیات، کیا لکھی بلکہ عصمت آب خاتون اور عاقل خاں کا افسانہ لکھا - جسکا ایک ایک حرف تاریخی واقعات کے خلاف ہے اسکی بجنسہ نقل "درمکتوم" ہے دوسری سوانح عمریاں ملخص ہیں بے سرمایہ ناول نویس اور افسانہ گو لے اُڑے جعفر وعباسہ کے فرضی قصّہ کی طرح اس پر بھی بیسیوں ناول لکھ ڈالے۔

"حیات زیب النساء" میں لکھا ہے ۱۶۶۲ء کے آغاز میں بادشاہ بیمار ہوا اطبا کے مشورہ سے بغرض تبدیل آب وہوا لاہور گیا وہاں وزیر کا لڑکا عاقل خاں صوبہ دار تھا شہزادی کی شاعری کی شہرت سے غائبانہ عاشق ہوگیا - محل کے ارد گرد چکر لگانے لگا - ایک دن لب بام دھانی لباس میں شاہزادی نظر پڑی عاقل خاں نے کہا ؎

سنبر پوشے بہ لب بام نظر می آید - شہزادی نے جواب دیا ؎

نہ بزاری نہ بزور و نہ بزر می آید

آخر ش تعلقات ہوگئے پادشاہ کو خبر لگی اس نے ان دونوں کی شادی کرنا چاہی مگر دشمنوں نے عاقل خاں کو ڈرایا کہ اس بہانہ سے تم کو قید کیا جائیگا۔ وہ ڈر گیا اور انکار کر دیا۔ یہ خبر شہزادی کو پہونچی تو عاقل خاں کو بہت برا بھلا کہلا بھیجا جس پر اس نے جواب دیا ؎

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

پھر باہمی ملاقات کی ٹھہری۔ ایک دن محل میں پہونچگیا۔ پادشاہ کو خبر لگی وہ بھی پہونچے شہزادی نے عاقل خاں کو حمام کی دیگ میں چھپا دیا۔ بادشاہ تاڑ گئے حکم دیا کہ دیگ کے نیچے آگ جلا دو۔ عاقل خاں جلکر خاک ہو گیا[۱]۔

عہد عالمگیری کے کسی مورخ نے حتیٰ کہ متعصب خافی خاں جو اورنگ زیب کا مخالف ہے اور ہندو مورخین بھیم سین، ایشور داس، جو خفیہ طور پر اس زمانہ کے حالات لکھ رہے تھے اس لغو واقعہ کا ذکر تو ذکر اشارہ تک نہیں کرتے۔ برنیر، فرانسیسی سیاح، جو من گڑھت فسانہ لکھنے کا عادی ہے اسکے "سفر نامہ" میں اس قصہ کا اشارہ تک نہیں۔ البتہ اس "حیات" نے تنگدل مغربی مورخین کے لئے گندہ اور بے سر و پا سرمایہ مہیا کر دیا جس کی پہلی کڑی مسز ولیسٹ برک، کی تصنیف ہے جسمیں دیوان زیب النسا کے دیباچہ میں یہی حال اور بڑھا چڑھا کر لکھا گیا ہے عاقل خاں کس وزیر کا لڑکا تھا کوئی تاریخ اس کا پتہ نہیں دیتی۔ نہ وہ لاہور کا کبھی گورنر رہا حتیٰ کہ ایکبار لاہور گیا وہاں کی شاہی عمارت دیکھنا چاہی۔ باب حکومت سے مہابت خاں محمد ابراہیم گورنر لاہور کو اطلاع دیگئی اس نے جواب میں یہ لکھ بھیجا۔

---

[۱] حیات زیب النسا صفحہ ۲۳ تا ۳۱

"بعض وجوہ سے میں اسکو آنے کی اجازت نہیں دونگا۔ اول یہ کہ حیدرآبادی ہونے کی وجہ سے عمارت شاہی دیکھنے کے قابل نہیں ہے دوسرے عمارت کے دروازے احتیاطاً سے بند کردیئے گئے ہیں اسلئے عمارت میں فرش فروش نہیں ہے اور نہ وہ اتنا بڑا آدمی ہے کہ اسکے دیکھنے کے لئے عمارت کو سجایا جائے"[۱]

عالمگیرنامہ ۔ مآثر عالمگیری ۔ مآثر الامرا ۔ تذکرہ سرخوش ۔ خزانۂ عامرہ ۔ سرو آزاد ۔ ید بیضا میں عاقل خاں کے حالات تحریر ہیں ۔ کہیں واقعہ مذکور کے متعلق ایک حرف نہیں ہے۔

"جادو ناتھ سرکار نے لکھا ہے کہ زیب النسا پر عاقل خاں سے ناجائز تعلق کا الزام لگایا جاتا ہے بالکل غلط ہے عاقل خاں کے نام سے جو خطوط زیب النسا کے پاس جاتے تھے وہ ملا محمد عاقل بھیجتا تھا ملا موصوف شاہزادہ اکبر کے مددگاروں میں تھا اور اس ڈر سے

---

[۱] عاقل خاں حیدرآبادی خوافی الاصل ہے ۔ نام میر عسکری تھا عہد شاہجہانی میں شاہزادہ اورنگ زیب کا بخشی رہا عہد عالمگیری میں عاقل خاں کا خطاب پایا وہ آپ کا فوجدار رہا سیاسی الجھنوں میں سات سال مورد عتاب رہا پھر تین سال بخشی کی آسامی پر مقرر ہوا دہلی میں بحیثیت ناظم بعمر ستر سال ۱۱۰۸ھ ۱۶۹۶ء انتقال کرگیا ۔ شاعر تھا رازی تخلص کرتا تھا دیوان و مثنوی یادگار رہے ہے ۔ مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۸۲۱ تا ۸۲۲

عاقل خاں مورد عتاب جو رہا وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عالمگیر نے اپنی بیوی کے باپ شاہ نواز خاں صوبہ دار برہان پور کو سیاسی پیچیدگیوں کی بنا پر قید کیا پھر مراحم خسروانہ کے مگر بڈھے کا دل صاف نہ ہوا داماد کے مقابلہ میں دارا شکوہ کا ساتھ دیا اور اس میں ہی مارا گیا۔

کہ اس کے خط کہیں پکڑے نہ جائیں لفافہ پر صرف عاقل لکھ دیتا تھا اس سے لوگوں کو شبہ ہوا کہ یہ عاقل وہی عاقل خاں ہے جسنے عہد شاہجہانی میں اورنگ زیب کی ملازمت کی تھی۔"[1]

تاریخ مغلیہ کا ہر ورق اس بات کا گواہ ہے کہ شاہنشاہ اورنگ زیب سختی سے احکام شرع کا پابند تھا۔ مجرم کو سزا دیتا بے گناہ کو چھوڑ دیتا یہی سخت گیری ہے مبصف مزاج اسی کو عدل کہیں گے ان حالات میں کسقدر تعجب انگیز ہے کہ پاک دامن زیب النسا سے اتنی زبردست دینی لغزش ہو جو بے عصمتی کے حد کو پہنچ جائے اور پھر طرہ یہ ہے کہ سخت گیر باپ کے شرعی شکنجہ سے بھی بچی رہے حالانکہ ہمین پور خلافت نے صرف اتنا ہی کیا تھا کہ جشن نوروز ایران کے طریق پر منایا تھا، لیکن وہ طریق بھی طریق سنت کے خلاف تھا اس لئے خبر پاتے ہی شاہنشاہ نے فوراً اس کو تنبیہ کی جو باپ اسقدر محتاط ہو اور جسکی تمام عمر زندگی شرع شریف کا نمونہ ہو وہ اپنی لڑکی کی عفو تقصیر کر سکتا تھا جس کا چال چلن اسلامی اور شاہی رفعت سے گر کر حسن فروشان بازاری کے سطح پر پہنچ جائے۔"

غرضکہ مسلمان سوانح نگاروں نے عاقل خاں سے مرحومہ کا تعلق قائم کرکے گویا اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیا اور اس طرح سے اپنے زعم باطل میں اسکی عصمت و عفت کی محافظت کی۔ ہندو افسانہ نگار ان سے بھی آگے بڑھے اور عاقل خاں کو سیواجی یا سیواجی کو عاقل خاں بنا کر اس پاکدامن کی نظر محبت سیواجی کی طرف جھکا دی کہ بقول انکے جب سیواجی دہلی میں نظربند تھا تو شہزادی نے رہائی

---

[1] ملا محمد عاقل اپنے عہد کا فاضل اجل اور ذی اثر تھا عالمگیر کے خلاف فتویٰ دیا تھا جسپر تنبیہ بھگتنی پڑی زیب النسا سے علمی خط و کتابت بھی ملا سے تھی لہ (اسٹیڈیز ان مغل انڈیا)

کی تدبیر کی تھی۔

"پروفیسر سرکار لکھتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ معصومہ جسکی تصانیف پر عالم متبحر بھی وجد کرتے ہیں ایسے اَن پڑھ اور مغل معیار کے مطابق غیر مہذب لٹیروں کے سردار کو اپنا محبوب بنائے۔"[۱]

"بقول پروفیسر ایشوری پرشاد کوئی مسلمان مورخ اس کا ذکر تک نہیں کرتا اور نہ سیواجی کی کسی مرہٹی سوانح عمری میں اس کا ذکر ہے۔"

شہزادی پر یہ طوفان توتھے ہی۔ اسکی شاعری اور وبال جان بن گئی۔ غیر معروف شعرا کا عاشقانہ کلام اسکے سر منڈھا جانے لگا۔[۲]

---

۱ رسالہ سرسوتی بنارس بابتہ ماہ جون سنہ ۱۹۲۹ء

دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام   زیب و زینت بس ہمیں نامِ من زیب النسا است

۲ حیات زیب النسا میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک ایرانی شہزادہ نے جو شاعر تھا بیگم کا خواستگار ہو کر اظہار مدعا کیا۔

ع تراے مہ جبیں بے پردہ دیدن آرزو دارم   جمالت ہائے حسنت را رسیدن آرزو دارم

شہزادی کے کانوں تک یہ شعر پہنچا وہ مطلب تاڑ گئی دوسرے روز جواب کہلا بھیجا ع

بلبل از گل بگزرد گر در چمن بیند مرا   بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا

در سخن پنہاں شدم مانند بو در برگ گل   ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

اس افترا پردازی کا کیا کہنا یہ شعر تذکرہ سرخوش میں حکیم صادق سے منسوب ہیں جو عہد شاہجہانی کا شاعر تھا مذکورہ تذکرہ میں لکھا ہے کہ حکیم صادق از امرائے بادشاہی معتبر بود دیوان ضخیم ترتیب دادہ و اشعارش بطرز قدما ست

(بقیہ نوٹ صفحہ ۶ پر)

ایک ایرانی شاعر جو مُلا مخفی رشتی[۵۱] کے نام سے مشہور ہے اس کا "دیوان" زیب النسا کے سر تھوپا گیا اور افسانہ ساز طبائع کے لئے یہی مصالحہ تھا۔ ماثر عالمگیری، مرات العالم، مرات جہاں نما، تذکرہ مرات الخیال، کلمات الشعرا، میں کہیں "مخفی" تخلص زیب النسار کا ثابت نہیں۔ صرف صاحب صبح گلشن اور ریاض الافکار وغیرہ ذمہ دار سوانح نگار (موجودہ) اور اُن کے ہمخیال ڈاکٹر اسپرنگر اور ڈاکٹر ریو بلا تحقیق ومطالعہ "دیوان مخفی" کی داد زیب النسا ہی کو دیتے رہے ہیں۔

تذکرہ مجمع الغرائب میں لکھا ہے کہ زیب النسار کی بیاض خاص جو تمام عمر کی فکر تھی ایک حوض میں ارادت فہم خواص سے گر گئی اس جرم کی معافی میں مُلا سعید اشرف نے بیس اشعار کا قطعہ لکھ کر پیش کیا جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

آں بیاض خاصہ شاہی کہ دار الطراف آں جائے افشاں نقطہائے انتخاب افتادہ است
دوست از دستِ ارادت فہم خالم در ہن چوں بیاض سینہ ماہی در آب افتادہ است

تذکرۃ الخواتین میں زیب النسار کے حال میں لکھا ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵) گویند روزے پیش ملا شیدا ایں مطلع دحش مطلع خود را برخواند ؎

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا

(شیدا) گفت طاہرا ایں شعر را صاحب در عالم آخرتی فرمودہ باشند حکیم در غضب شد شیدا را فرمودہ کہ در حوض غوطہ ہا دادند حسن مطلع ہم بدنیست ؎

در سخن پنہاں شدم مانند بو در برگ گل ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

[۵۱] آتشکدہ آذر صفحہ ۱۱۵

وانچہ مشہور است کہ مخفی تخلص اوست محض غلط است وگفتہ اند مخفی تخلص شاعر بود نور بیگم ممدوحہ و دیوان مخفی کہ بنام وسے شہرت دارد از مخفی شاعر است و اما ز مخفی رشتی کہ مصاحب امام قلی خاں (متوفی ۱۰۴۲ھ) حاکم فارس بود۔

ملا[۵۱] مخفی رشتی لاہیجانی امام قلی کے مرنے کے بعد عہد شاہجہانی میں ہندوستان آیا جس کا اشارہ اپنے دیوان میں کرتا ہے ؎

بوعلی روزگارم از خراساں آمدہ — از پے اغراض بر درگاہ سلطاں آمدہ[۵۲]
ثانیٔ صاحبقران بادشہ انس و جاں — آنکہ فلک سر نہد بہ خطۂ فرمان او[۵۳]
تو از ملک خراسانی با صطرخ از وطن داری — بخواب شب اگر در دیدہ ہم ہندوستاں بینی[۵۴]

ہندوستان کے قیام میں اسکے کچھ دشمن ہوگئے جنکی ریشہ دوانی سے قید بھگتنی پڑی چنانچہ لکھتا ہے

نیست امید رہائی تا بہ روز زیست خیز — خاک غربت ہر کہ را در عہد دامنگیر شد
بہ تہمت کردہ در زندان مرا دشمن بحمد اللہ — بہ زور صبر شکستم کلید قفل زندانش[۵۵]

قید سے چھٹ کر بنگالہ جاتا ہے وہاں سے حج کو چلا گیا[۵۶]

جستجو کردم بسی مخفی چو در گرداب ہند — نشۂ آسودگی جائے بجز بنگالہ نیست
اگر در گلشن عشرت ندارم راہ ای مخفی — بحمد اللہ کہ بارے گوشۂ بیت الحرم دارم[۵۷]

---

۵۱ ملا مخفی رشتی لاہیجانی اسکے حالات معہ کلام مجمع النفاس - تذکرہ تقی اوحدی - صبح گلشن - ریاض الشعرا - آتشکدہ آذر وغیرہ میں کلام وہی ہے جو دیوان مخفی میں ہے - دیوان میں ایک شعر زیب النسا کا الحاقی بھی ہے۔

۵۲ دیوان مخفی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۰۱ ۵۳ ۴۸-۴۶ ۱۶۷ ۵۴ صفحہ ۱۸۰ ۵۵ ۲۰۱ و ۱۰۳ نولکشور ۵۶ معارف نمبر ۵ جلد ۱۱

۵۷ صفحہ ۴۸

"دیوان مخفی" کے مندرجہ بالا اشعار پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے یہ دیوان زیب النسار کا ہے اور زیب النسار ہی مخفی تخلص کرتی تھی"

یہ مختصر رسالہ زیب النسار کی اصلی اور حقیقی زندگی کا مرقع ہے اس لئے قصہ خواں طبقہ کے لئے شاید یہ دلچسپی کا پہلو لئے ہوئے نہ ہو لیکن ساتھ ہی مجھے قوی امید ہے کہ میری یہ کوشش اس افترا پردازی اور بہتان کا ایک حد تک قلع قمع کردیگی جس نے معصومہ شاہزادی کی علمیت فضیلت۔ ذکاوت۔ ذہانت۔ عصمت اور عفت کو خاک میں ملا دیا تھا۔

جناب محترم محمد انعام اللہ خاں صاحب مدیر دائرہ معارف قرانیہ آگرہ و برادر گرامی جناب مولانا مولوی ابرار حسین صاحب ایم۔ اے لکچرار دینیات مسلم یونیورسٹی و مکرمی شاہزادہ محمد اختر عرف محبت شاہ نبیرۂ شاہزادۂ محمد پیراں شاہ دارابخت ولیعہد و مولوی امام الدین صاحب آلہی کا معترف ہوں کہ اس کتاب کی ترتیب میں اپنے مفید مشوروں سے مجھے مدد دی۔

دائرہ معارف قرانیہ آگرہ } انتظام اللہ الشہابی

(۱۴ ربیع الآخر ۱۳۴۹ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہزادی زیب النساء بیگم



نام زینیدہ نام، لقب زیب النسا بیگم، ماں کا نام دل رس بانو بیگم تھا۔

حالات ننھالی دل رس بانو بیگم میرزا بدیع الزماں صفوی کی صاحبزادی تھیں۔ میرزا بدیع الزماں عہد جہانگیری کے ممتاز امرا میں سے تھے، شاہ نواز خاں خطاب تھا مرزا رستم قندھاری کے خلف الرشید تھے۔

"در صوبہ ٹھٹھہ و بہار بخدمات بادشاہی میگذرا نید ...... دبنابر علو نسب و والا دودمانی خاں مشار الیہ بست وسیوم ذالحجہ سال دہم جشن ازدواج شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر با صبیہ کریمہ او منعقد، گردید۔ اعلیٰ حضرت پایان شب جشن سفینہ سوار بخانہ اش تشریف

زمود بحضور اقدس چہار لک روپیہ کا بین قسر آزیافت[۵۱]"

طالب کلیم نے مادہ تاریخ یہ کہا ہے۔

"دو گوہر بیک عقد دوراں کشیدہ"

عالمگیر کے زمانہ میں شاہ نوازخاں برہان پور کے صوبہ تھے داماد سے سیاسی پیچیدگیوں کی بنا پر ناراض تھے۔ سلطان داراشکوہ کی معیت میں مارے گئے۔

پیدائش دل رس بانو بیگم کی شادی کے دوسرے سال ۱۰۴۸ھ (۱۰ شوال) میں بوقت صبح زیب النساء پیدا ہوئی۔ زیبندہ نام رکھا گیا۔ اعلیٰ گھرانے کی شریف زادیاں خدمت پر مامور ہوئیں مگر ان سب میں میاں بائی ممتاز تھیں، جو صوم و صلوٰۃ کی بڑی پابند تھیں۔ دودھ پلانے پر مقرر ہوئیں۔ عالمگیر پہلی اولاد ہونے کی وجہ سے شہزادی کو بہت عزیز رکھتے تھے اپنی بہن روشن آرا بیگم[۵۲] کی نگرانی میں دیا۔ زیادہ بچپن کا زمانہ دادا کی آغوش میں گذرا۔

تعلیم و تربیت جب شہزادی کی عمر چار سال کی ہوئی تو رسم بسم اللہ بڑے تزک و احتشام سے منائی گئی۔ حافظہ مریم جو بڑی قابل اور

---

۵۱ مآثرالامرا صفحہ ۶۷۰ جلد دوم

۵۲ نواب روشن آرا بیگم بنت محمد شاہجہاں بڑی صاحب خیر تھیں روز پنجشنبہ جمادی الاول ۱۰۸۲ھ میں انتقال کیا۔

تعلیم یافتہ بی بی تھیں جن کا لڑکا[ا] امرائے عالمگیری سے تھا ان کی سپردگی میں دی گئیں
حافظہ مریم نے قرآن مجید آٹھ برس کی عمر میں حفظ کرایا۔ جس کے صلہ میں اورنگ زیب
نے تیس ہزار اشرفی انعام دی"

زیب النسا کو کم سنی میں قرآن مجید کے صاف اور پاک مطالب نے اس کے
روحانی زیور کو مجلا کر دیا تھا۔

قرآن مجید اس خوش الحانی سے پڑھتی تھی کہ سننے والے وجد کرتے تھے اس کے
پڑھنے سے دلوں کے بند دروازے کھل جاتے تھے اور لوگ خود بخود رویا کرتے
تھے"۔ بادشاہ نے اس موقع پر ایک جشن نہایت دھوم دھام سے کیا۔ جس میں تمام
علما و صلحائے زمانہ مدعو کئے گئے اور شاہانہ سخاوت سے فیضیاب ہوئے۔

ختم قرآن مجید کے بعد شہزادی کو ملا جیون کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ ۲۱
برس کی عمر کو پہونچی تھی ملا سعید اشرف ماژندرانی ان کی تعلیم پہ مقرر ہوئے۔ نظم ونثر

لہ عنایت اللہ خاں پدرش میرزا شکر اللہ نام داشت مادرش حافظہ مریم (کہ عفیفہ صالحہ بود)
در عہد خلد مکان بہ تعلیم زیب النسا بیگم صبیہ پادشاہ خواہر حقیقی محمد اعظم شاہ مامور شد۔
بیگم پیش او بحفظ کلام الٰہی وکسب آداب پرداختہ (ماثر الامرا ج ۲ - صفحہ ۸۲۸)

سلاااھ میں قلعہ ستارہ گڈھ فتح ہوا تو زیب النسا نے اسکی تاریخ یہ کہی۔

از معجزۂ پیمبر شق القمر عیاں شد   اعجاز خسرو بیں شق ستارہ آمد

میں ان سے ہی اصلاح لیتی تھی[۵۱]۔ تاریخ گوئی میں بھی جو کمال تھا وہ بھی مُلّا کا ہی فیض تھا۔

---

۵۱ مقالات شبلی (مضمون بعنوان زیب النساء) مُلّا محمد سعید اشرف ماژندرانی۔ مُلّا محمد تقی مجلسی کے نواسے تھے شاہجہاں کے آغاز جلوس میں وارد ہند ہوئے اور زیب النساء بیگم کی تعلیم پر مقرر ہوئے۔ فارغ ہو کر ۱۰۸۳ھ میں ایران واپس گئے پھر دوبارہ عہد حکومت عالمگیری میں لوٹ کر ہندوستان آئے۔ اس وقت شہزادہ عظیم الشان عظیم آباد پٹنہ میں صوبہ دار تھا۔ اس کی ہمرکابی میں عظیم آباد گئے شہزادہ ملا صاحب کی بڑی تعظیم کرتا تھا۔ اور کبرسنی کے باعث اُن کو بیٹھنے کی دربار میں اجازت دیدی تھی۔ آخر عمر میں حج بیت اللہ کا شوق ہوا۔ چاہا کہ بنگال کے بندر سے جہاز پر بیٹھ کر حجاز روانہ ہوں ابھی مونگیر (بہار) پہنچے تھے کہ عمر طبعی کا جہاز موت کے ساحل پر آ لگا۔

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں :-

دیوان ملا محمد سعید اشرف بمطالعہ درآمد۔ انواع شعر قصیدہ و غزل و مثنوی و قطعہ وغیرہا دارد و بہمہ جا حرف بقدرت می زند۔ (سرو آزاد)

مُلّا اشرف صائب تبریزی کے ارشد تلامذہ سے تھے۔ پرگو شاعر تھے سو سو شعر کا قصیدہ کہہ ڈالتے تھے۔ صاحب دیوان ہیں نتائج افکار سے چند شعر یہ ہیں ؎

گریہ چوں در دل گرہ شد گرد و اشرف آبرو ــــ قطرہ در دریا چو چندے ماند گوہر می شود

کے شود زیبائے گل اشرف از بلبل زیاد ــــ حسن گفتار ترا مشاطہ گو تحسیں مباش

قابلیت رانمایاں ترکند تر دامنی ــــ جامہ رنگیں چو تر گردید رنگیں تر شود

انتخاذ ملا محمد سعید اشرف ماژندرانی از سید محمد کاظم صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔ (معارف جلد ۱۲ عدد ۲ ۱۹۲۳ء)

سنہ ۱۶۴۷ء تک جب کہ شہزادی کی عمر ۳۵ سال کی ہوگئی تھی جملہ علوم کی تعلیم سے مُلّا نے بہرہ ور کیا۔

خوش نویسی

مرزا محمد جوان خلف حاجی قاسم خطاط سے زیب النساء بیگم نے مشق خط نستعلیق و نسخ اور شکستہ میں کمال حاصل کیا۔ "تمام ہمعصر اس کے خط کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور وہ اس وجہ سے نہیں کہ بادشاہ وقت کی بیٹی کا خط ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ بجائے خود کمال فن کا قطعی نمونہ تھا۔"

سوانحات

"زیب النساء بیگم کو انتہا درجہ کا علمی مذاق تھا وہ اور بیگمات کی طرح آرام طلبی میں منہمک نہیں ہوئی بلکہ اپنی اوقات کا زیادہ حصّہ علمی اشغال میں صرف کرتی تھی اور یہی چیزیں اس کے دل بہلاؤ کا ذریعہ بنی ہوئی تھیں۔"

سیاسی زندگی

"سلاطین مغل کی پالٹکس میں اکثر بیگمات نے بھی بہت کچھ حصّہ لیا ہے۔ جہانگیر کی سیاست میں نورجہاں نے روح رواں کا کام دیا۔ شاہجہاں کی ابتدائی سلطنت میں ممتاز محل کا بہت کچھ اثر تھا۔ ممتاز محل کے بعد اُس کی فاضل بیٹی جہان آرا بیگم نے امور سلطنت میں بہت کچھ دخل دیا اور زیادہ تر کام اُسی کی رائے سے ہوتے تھے۔ جب اورنگ زیب تخت نشین ہوا تو چھوٹی بہن روشن آرا بیگم کا ستارہ چمکا اُنھوں نے خانہ جنگی میں عالمگیر کی طرف داری کی تھی قلعہ کی خفیہ خبریں اس کے ذریعہ ملا کرتی تھیں۔ اس وجہ سے عالمگیر دلی محبت رکھتا تھا بلکہ ممنون احسان بھی تھا تمام امور سلطنت کے انصرام میں بہن کا مشورہ ضروری تھا

مگر یہ عروج زیادہ عرصہ تک نہ رہا۔

"زیب النسا عالم شباب کو پہونچی۔ علم و فضل اور روشن دماغی کا سکہ تمام دلوں پر بیٹھ گیا" بادشاہ کی آنکھوں کا تارا تھی۔ زمانہ روشن آرا کی جگہ دیکھنا چاہتا تھا، ۱۰۷۴ھ میں عالمگیر سخت بیمار ہوئے۔ ہمیشہ غشی طاری رہنے لگی۔ روشن آرا تیمارداری کرتی تھی۔ کوئی متنفس عالمگیر کے پاس جا نہیں سکتا تھا صدر دروازہ پر قلماقنیوں کا پہرا رہتا تھا۔

بادشاہ کی حالت سے کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا تھا نواب روشن آرا بیگم اس فکر میں تھیں کہ بھائی ختم ہو تو بھتیجہ شاہ عالم (جو بطن رانی سے تھا اور سب سے بڑا بھی تھا) کو تخت نشین نہ ہونے دوں بلکہ اس کے چھوٹے بھائی کو تخت ملے جس کی عمر صرف چھ سال تھی تاکہ اس کے جوان ہونے تک عنان حکومت اپنے ہاتھ میں رہے۔ اس غرض سے شاہی مہر بھی عالمگیر کے ہاتھ سے نکال لی اور تمام فرامین اُس زمانہ میں اعظم شاہ کے نام سے جاری ہونے لگے۔ تمام صوبہ داروں۔ راجاؤں اور عمالوں کو بھی اس مضمون کے خط اُس نے بھیج دیئے۔

محلسرا میں ہر ایک سخت اضطراب میں تھا۔ کسی کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ بادشاہ زندہ ہے یا انتقال کر گیا آخر بادشاہ کی ہندو بیوی نے قلماقنیوں کو بہت کچھ رشوت دے کر بادشاہ کا دیدار حاصل کیا۔ عالمگیر اس وقت بیہوش پڑا تھا۔ اور اُسے مطلق نہ پہچان سکا۔ اسی عرصہ میں روشن آرا آگئی اور اس نے رانی کے نازک

چہرہ پر ایسا سخت طمانچہ رسید کیا کہ وہ تلملاتی ہوئی باہر چلی گئی۔ عالمگیر کے دل میں اس رانی کی حد درجہ محبت تھی۔ رانی نے شاہ عالم سے یہ واقعہ بیان کیا اور وہ اس کے حصول مدعا میں سدراہ ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

آگرہ میں عام طور پر یہ چرچا تھا کہ عالمگیر اب بچ نہیں سکتا اس کے بعد شاہجہاں (جو قلعہ میں قید تھا) پھر سلطنت حاصل کرے گا۔ لیکن عالمگیر کا خوف اس قدر تھا کہ اس کے زمانہ علالت میں بغاوت کے لئے ایک ذرّہ بھی نہ ہل سکا آخر خدا خدا کر کے عالمگیر کو افاقہ ہوا اس نے اس خوشی میں دہلی میں ایک جشن دھوم دھام سے کیا اُمراء اور رعایا سب ہی شریک تھے۔ روشن آرا سے کدورت پیدا ہو گئی اور قہر و عتاب نازل ہوا۔ رانی کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا۔

نواب روشن آرا بیگم کا زوال زیب النساء بیگم کے عروج کا زینہ تھا رفتہ رفتہ امور سلطنت میں دخیل ہونے لگی۔ ادھر عالمگیر بھی اہم معاملات میں استصواب رائے کرنے لگا۔ اس کے علم و فضل فہم و دانش نے اس کی وقعت اور اثر کو دوبالا کر دیا تھا" منوچی اطالوی سیاح اپنے سفر نامہ ہند میں لکھتا ہے۔ کہ

"زیب النساء کی بہ حیثیت سلطنت مغلیہ کے ایک روشن ستارہ ہونے کی پرستش کیجاتی تھی"

اس وقت زیب النساء کی عمر ۲۵ سال کی تھی بادشاہ کو ہنوز شفائے کلی حاصل ہوئی تھی۔ سفر کشمیر کی صلاح دی لیکن دو امور بادشاہ کو اس ارادے میں سدراہ

تھے اول یہ کہ موسم گرما کی حرارت اس کی تندرستی کے لئے شاید مضر ثابت ہو۔ دوسرے یہ کہ شاہجہاں اب تک زندہ تھے۔

عالمگیر کو خوف تھا کہ دارالخلافت چھوڑنے سے کہیں بغاوت کا ہنگامہ برپا نہ ہو جائے۔ کیونکہ شاہجہاں سے اب تک بہت ہمدرد تھے۔ جب شاہجہاں اس دار فانی سے رخصت ہو گئے تو پھر زیب النساء نے سفر کشمیر کی تحریک باپ سے کی عالمگیر راضی ہو گیا۔ چھٹی دسمبر کو بادشاہ دہلی سے سوار ہوا برنیر لکھتا ہے کہ اس موقعہ پر بادشاہ کے ہمرکاب ۳۵ ہزار سوار اور دس ہزار پیادے تھے ستر توپیں بھی تھیں۔ زیب النساء نے ایک مرتبہ جہاں آرا کو شاہجہاں کے ساتھ نہایت دھوم دھام کے ساتھ سفر کشمیر کرتے دیکھا تھا۔ اور اسی وقت سے اس کی تمنا تھی کہ میں بھی اسی طرح پر سفر کروں۔

چنانچہ اس موقعہ پر اس نے تمام حوصلے نکالے زیب النساء ایک بلند اور خوبصورت ہاتھی پر سوار تھی جس کا ہودج سونے کا بنا ہوا تھا۔ اور اس میں بیش قیمت جواہر لگے ہوئے تھے۔ ہاتھی کے ارد گرد دور تک قلماقنیاں اور خواجہ سرا کی جماعت تھی۔ اس کے پیچھے پیچھے اور بیگمات کے ہاتھی تھے یہ منظر قابل دید تھا۔ زیب النساء نے اس سفر میں بہت زیادہ سخاوت اور دریا دلی سے کام لیا تھا۔[۱]

---

[۱] ماخوذ از مضمون زیب النساء بیگم مرتبہ مولوی محبوب الرحمن صاحب کلیم بی۔ اے۔
(رسالہ نقاد تونج علی گڑھ جلد ۴ نمبر ۱ سنہ ۱۹۱۴ء)

شاعرانہ شوق "زیب النسا بیگم کو شاعری کا مذاق تو گویا خاص طریقہ سے قدرت نے بخشا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دماغ۔ نازک خیالی معرفت حقیقی۔ مسرت روحانی اور وجد عارفانہ سے اور اس کے خاص خاص نکات سے خوب آراستہ تھا۔ یا اس کے دماغ میں وسعت خیال کا ایسا وسیع دریا تھا کہ جس میں معنی باطنی اور معلومات روحانی کے ہزاروں بیش بہا گوہر پڑے ہوئے تھے اس کی طبیعت کا سلیم ہونا اور انتہا درجہ میں ہونا اس کا ثبوت ہے کہ وہ ہر وقت خیالات میں محو رہتی تھی اور قدرت الٰہی کی خیالی سیر کو سب سے زیادہ پسند کرتی تھی۔ چونکہ اس کے خیالات ان دنیادی بکھیڑوں سے ہٹ کر دنیا کی عام زندگی سے علیحدہ ملک فصاحت اور بلاغت میں رہتے تھے[۵۱] جس کا ثبوت ان چند اشعار سے جو تلف ہونے سے بچ رہے ہیں بخوبی ملتا ہے۔

علمی ذوق عہد عالمگیری کے تمام مورخین نے بہ تصریح لکھا ہے کہ زیب النسا، علوم عربیہ اور فارسی زباندانی میں کمال رکھتی تھی"۔

واز تحصیل علوم عربی و فارسی بہرہ تام اندوختہ و از اقسام خطوط نستعلیق و نسخ شکستہ درست نصیبہ وافی دارند۔[۵۲]

---

۵۱ زیب النسا از سید شاہ محمد نذیر ہاشمی غازی پوری (محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج میگزین علی گڈھ) جلد ۱۰ نمبر ۲ سنہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۶

۵۲ مرات العالم از بختاور خاں عالمگیری۔

ملا رضا متخلص راشد دیباچہ مرقع میں زیب النساء کی یہ تعریف و توصیف کرتا ہے۔

اہل فضل شامل جود خاصش | بعلم و شرع دایم اختصاصش
سخن سنجان معنی آفرینان | ز خرمنہائے فضلش خوشہ چینان
سخن فہم و سخن سنج و سخندان | سخنور را السخنہ جز بہ میزان

ز سرتا پا ہمہ روح مجسم | مصور گشتہ عقل کل عالم
بزور و قوت و تقوی و طاعت | ربودہ از دو کون گوی سعادت
ز خیل طبع و نفس اندیشہ کردہ | پری و دیو را در شیشہ کردہ
ز طبعش موجزن بحر معانی | بہ بحر شعر آب زندگانی
ز لطفش نثار معنی زند جوش | شود سامع چو صورت محو و مدہوش
ز نظم و نثر نطقش آنچہ گفتہ
دُرِ ناسفتہ، گوہر ہائے سفتہ[1]

فضیلت علمی | مؤلف دیباچہ مرقع۔ زیب النساء بیگم کے کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے

---

[1] زیب النساء بیگم اور اس کا مرتب کردہ مرقع از مولانا محمد محفوظ الحق ایم اے لکچرار عربی پریسیڈینسی کالج کلکتہ۔ (شمع رسالہ مطبوعہ اکبرآباد نمبر ۶ جلد ۲)

اس کی انشا، خوشنویسی اور شاعری کا حال یہ لکھتا ہے :-

"بدیوانیکہ کلیات فضل و کمال کشادہ، ارباب دانش خرد و دانش دربغل نہادہ معلم اول و معلم ثانی متعلمان سواد خوانی، معنی آفرینان صاحب سخن خوشہ چینان خرمن انجمن نشیانیکہ منشور انشا بخط عطارد دست آویز آرند در پیش گاہ کلام بلاغت فرجام از حیرت چوں قلم سر از زانو برنمی دارند، خوشنویسانیکہ در صفت اہل قلم از خامہ علم افراشتہ اند در مقابلہ حسن خطش چوں رقم پشت دست بر زمین گذاشتہ اند،

شعرائیکہ در وانمودن الفاظ رسا و بستن معانی غرا چوں قلم یدطولی دارند خلاصہ و زبدۂ ذکر و فکر را بوسیلۂ ہجو ثنا بمعرض اصلاح در مے آرند، با نشاط ہر نامہ کہ مخدوم زماں خواجہ جہاں خط غلامی دادہ، در اصطلاح آں نامۂ نامہ چوں معترض انگشت بدیدہ نہادہ و دستور العمل کہ در علم انشا گری عالم معنی مولانا ظہوری بر صفحہ روزگار ثبت فرمودہ، در ہر کلمہ از کلام معنی بیانش کہ انگشت نتواں نہاد چوں خامہ ناحق بند نمودہ، از قلم سواد کارش ہر قدم معجزۂ عصائے موسیٰ ظاہر و از رقم معنی نگارش ہر دم اعجاز ید بیضا باہر"

علمی دربار | شہزادی زیب النسا بیگم کا علمی دربار ہندوستان کے شاہان اسلام کے مانند تھا۔

مولانا محمد محفوظ الحق صاحب ایم۔ اے لکھتے ہیں کہ :-

"مجلس علمی کا حال اور اس کے ذوق ادب کا تذکرہ مؤلف دیباچہ مرقع لکھتا ہے کہ بیگم کی مجلس میں کبھی نحو و ہندسہ و تنجیم۔ علم اعداد پر بحث ہوتی اور کبھی علم بیان۔ علم معانی۔ ہیت اور علم مرایا کا دفتر کھلتا طب روحانی میں تو وہ حاذق کا حکم رکھتی تھی اور اس کے علاوہ وہ، موسیقی کے لحن و اور پردوں سے بھی واقف تھی۔ بیگم کی علم موسیقی سے واقفیت کے متعلق غالباً یہ پہلا بیان ہے جو کسی معاصر یا غیر معاصر کی زبان سے سنا گیا"

نہاں بود آنچہ در آثار قدرت ۔۔۔ بفضل آوردہ دست او ز قوت
ملازم دارد آں علامۃ العصر ۔۔۔ ز اہل فضل و حق چوں الو لفز
سوال ستہ را حاضر جوابی ۔۔۔ ز کلیات دانش انتخابی
مقولاتی عشر، عشری زگفتار ۔۔۔ ز علم و ظاہر و باطن خبردار
گہے تفتیش علم صرف می شد ۔۔۔ سخن از اسم و فصل و حرف می شد
گہی در مجلسش از نحو مذکور ۔۔۔ ز مرفوع و ز منصوب و ز مجرور
گہی از ہندسہ میکرد تعداد ۔۔۔ ز قدر خط و سطح و جسم و ابعاد

گہی میرفت حرف از علم تنجیم — ز اسطرلاب و استخراج و تقویم
گہی میکرد وصف علم اعداد — صحیح و کسر و زوج و فرد و تعداد
گہ از علم بیاں کردی حکایت — ز تلمیح و ز تشبیہ و کنایت
گہ از علم معانی بود گفتار — ز اسناد و ز مسند ہا خبر دار
گہ از آثار علوی یاد میکرد — حدیث ابر و برق و بار میکرد
بہیئت مطلع از طبع دراک — ز تسکین زمین، تحریک افلاک
شد از علم مرایا بسکہ آگاہ — بذات شخص برد از شایہ اش راہ
بعلم طب روحانیہ حاذق — بہ تہذیب است اخلاقش موافق
ز موسیقی و از الحانش آگاہ — بگوش از اتباعش لیک اکراہ
بلفظ مختصر معنی مطوّل — عبارت مجمل و معنی مفصل
بعلم اولی ترا ہر چیز دانی — نہ در اعمال گنجد حرف ثانی
دم از علمش زدن جہل مرکب — قلم را سر کنم از بہر مطلب
سوادِ نامہ ام چوں در نگین است — چو مشک سر قلم در آستین است

بمشکیں خامہ پردازم مرقع
نگارستانِ چنیں سازم مرقع

کتاب خانہ — ایک عظیم الشان کتبخانہ شہزادی نے اورنگ زیب عالمگیر کی اجازت سے کاشمیر میں قائم کیا تھا جسکو محکمہ ترجمہ و تصنیف

سے متعلق کر رکھا تھا۔

مصنف ماثر عالمگیری :۔ لکھتا ہے۔

"در سرکار عالیہ کتاب خانہ کرد آمدہ بود کہ بہ نظر ہیچ کسے در نیامدہ باشد"

یہی بیان بختاور خاں عالمگیری کا مرات العالم میں ہے۔

"در سرکار عالیہ کتاب خانہ کرد آمدہ کہ بہ نظر ہیچکس در نیامدہ باشد"

اس وقت یہ کتب خانہ لاجواب تھا جس کا شہرہ ایران سے توران تک تھا اس کا اہتمام ملا محمد شفیع الدین کے سپرد تھا اور ملا کو بڑی معقول تنخواہ شہزادی کی سرکار سے ملتی تھی۔

محکمہ تصنیف و تالیف یہ محکمہ بھی اعلیٰ پیمانہ پر قائم کیا تھا جس کے متعلق صاحب مرات العالم لکھتا ہے کہ :۔

وبسیارے از علما و فضلا و فصحا و شعرا و منشیان بلاغت آثار و خوشنویسان سحر نگار بایں ذریعہ کامیاب افضال الصدر آرائی شکوہے عزت و اجلال اند چنانچہ ملا صفی الدین اردبیلی بموجب بموجب امر عالی در کشمیر سکونت گرفتہ بخدمت ترجمہ تفسیر کبیر کہ مسمی زیب التفاسیر است قیام دارد دیگر کتب و رسائل بنام نامی ترتیب می یابد۔[۵۱]

---

۵۱ مرات العالم قلمی ملک کتب خانہ مفتیان گوپامئو۔

فی الحقیقت زیب النسا کا دربار اکاڈیمی تھا جس میں ہر علم و فن کے ماہر تھے جو ہمیشہ تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے۔ جیسا کہ مذکور ہوا ہے کہ یہ کتابیں عموماً اس کے نام سے موسوم ہوتی تھیں یعنی ان کتابوں کے نام کا پہلا جز زیب کا لفظ ہوتا تھا۔

تصانیف خاص | شہزادی کی تصنیف میں ایک کتاب زیب المنشات ہے جس میں اس کے خطوط نقل تھے۔ صاحب مخزن الغرائب نے اس کتاب کو دیکھا ہے۔

"زیب المنشات کہ از تالیف آنجناب است فقیر آنرا زیارت نمودہ"[۵۱]

اب یہ کتاب ناپید ہے۔

ایک بیاض نتائج افکار کی تھی وہ حوض میں گر کر ہمیشہ کے لئے دنیا سے جاتی رہی۔

تذکرہ ریاض الافکار مؤلفہ وزیر علی عبرتی عظیم آبادی میں زیب النسا کے ایک خط کا کچھ حصہ درج ہے۔

وکٹوریہ میموریل کلکتہ میں بھی زیب النسا کا اصلی خط موجود ہے۔[۵۲]

فنون لطیفہ | اس بیگم کو فنون لطیفہ میں بھی خاص ملکہ تھا اور یہ ورثہ اپنے دادا

---

۵۱ تذکرہ مخزن الغرائب از احمد علی سندیلوی ۵۲ رسالہ شمع جلد ۲ نمبر ۶ صفحہ ۱۷۔

پردادا سے پایا تھا۔ بابر وہمایوں کو تصویر کشی کا بیحد شوق تھا ہند میں تصویر کشی کا اصلی دَور اکبر کے عہد سے شروع ہوتا ہے جہانگیر کے زمانہ میں خاص ترقی ہوئی۔ خود بھی مصوّری سے شوق رکھتا تھا ایک مرقع تیار کیا تھا جس میں اس عہد کے بہترین مصوروں اور کاتبوں کے کمالات کے نمونہ موجود تھے"۔

مرقعی کہ جہانگیر بادشاہ از شوق خود درست کردہ بود گویا باغ

بہاری بود سندی وصحیح مع کتبہ سید (میر علی کاتب) ملاحظہ شد۔[۵۱]

شاہجہاں کا زمانہ آیا تو مصوری اپنے انتہائے کمال کو پہنچ گئی تھی دارا شکوہ ولیعہد سلطنت کو مغلیہ مصوری سے خاص شغف تھا۔ دادا کی طرح مرقع مرتب کیا تھا "وہ اب بھی انڈیا آفس میں موجود ہے"، مگر اورنگ زیب کے عہد میں مثل شاعری کے مصوری کا بھی خاتمہ ہوا مگر زیب النسا کی علمی قدردانی نے اس فن کو بھی اگر ترقی نہیں دی تو مٹنے بھی نہیں دیا۔ چچا اور پردادا کے مرقعوں کی طرح "مرقع زیب النسا" مرتب کیا جس کا دیباچہ ملا رضا متخلص راشد نے لکھا ہے مرقع ناپید ہو گیا مگر دیباچہ مولوی خدا بخش مرحوم کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کی تلخیص مولانا محفوظ الحق صاحب ایم اے (کلکتہ) نے شمع میں ۱۹۲۵ء میں شائع کی ہے۔ دیباچہ میں شہزادی کے فضائل وان کے علمی ذوق کا ذکر کرنے کے بعد مرقع کا مفصل حال تحریر ہے۔

---

[۵۱] تذکرہ خوشنویسان از مولانا غلام محمد ہفت قلمی صفحہ ۱۵۔

مرقع میں قطعات اور تصاویر مشہور کاتبوں اور مصوّروں کے ہاتھ کے تھے اور باغ کے دلکش مناظر وغیرہ دکھائے گئے تھے۔

مرقّع

"دیباچہ نگار کی رنگین بیانی سے (مرقع) کی ایک جھلک سی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے"۔ مؤلف دیباچہ نگار مرقع کے حالات یہ لکھتے ہیں:۔

مرقعے کہ مشبہ بہ تشبیہ غریبہ و مقطعے بخطوط عجیبہ پرداختہ ارباب معنی را در لباس صورت جلوہ گر ساختہ، عالم صورت و معنی، کارنامۂ رنگین و زیبا۔ عجائبات مخلوقات، انتخاب عالم کائنات، فہرست مجموعہ آفرینش دیباچہ دیوان بینش۔ نظم

مرقع نگو عالمِ کائنات جہانیست محفوظ از حادثات

بر اوراقش انشا مروارید منتظم، بر صفحاتش خطایا قوت مرتسم، معانی از سلسلہ الفاظ در زنجیر و صورت از بند و بستِ ترکیب در تقریر، از سواد خطش نئے باب حیات معنی میرسد و از سیمائی صورتش لقائی خضر می درخشد، از رشحاتِ قلمش نگارستان نمونہ و از لمعاتِ رقمش بہارستان گونہ تحریرش در تن یدبیضا نمودہ و تذہیبش بہ حاشیۂ شمسیہ املا کردہ در گلستان صفحاتش بلبل نطق نوا ساز و در بوستان اوراقش

طوطی بیان نغمہ پرداز۔ فضلا غیر از نسخہ، صورتش مطالعہ نمی نمایند و علما جز سواد خطش نظر نمی کشایند، معنی از صورت مرتب و صورت از معنی امر کب۔ نظم

بحسن صورتش دیوانہ مانی
چو صورت محو در وصفش معانی
خطی بر سطح اوراق مجسم
چو شکل ہندسی مشہور عالم
بیک سو قامتی چون سرو رعنا
بہ دیگر رو خطی چون زلف زیبا
ز صورت ہمسرت ہر شخص پیدا
چو عکس از روئے آئینہ ہویدا
بخطش معنیٔ رنگین و جستہ
چو صورت در مرقع نقش بستہ
شہانی را کہ عاریست از مرقع[۱]
چو درویشان خزیدہ در مرقع

عروسی است کہ آئینہ دیدہ رویش شاید، و شاہدیست کہ مشاہدہ اش نور باصرہ افزاید، بفروغ حسن و جمال خیرہ سازد، دیدۂ وہم و خیال بحسن صورت مطلوب معنی و برنگینیٔ معنی معشوق صورت، ہر صفحہ از صفائی صورت باورق آفتاب یکرو، و ہر منظر از ضیائے معنی با خط شعاع ہم پہلو در شاہراہ نگاہ از پرتو گلہائے انداز زکف کشودہ، و ہر ہفت پردہ منظر دیدہ را از عکس نقش و نگار ہر ہفت نمودہ۔

۱؎ کذا فی الاصل۔۱۲

لعل و یاقوت و زمرد بیختند — رنگ طرح این مرقع ریختند
صفحهٔ اوراق رشک آسمان — لفظ و معنی ثابت و سیاره دان
جدول از خط شعاع آفتاب — لوح از زرین رقاع آفتاب
خورده گل کرده تصویر او — لمعهٔ خور پرتو تحریر او

باغی است که از صرصر زنی در گلزارش، و نه از خزان آسیبی در بهارش، گل بویا، بلبل بنوا، غنچه در دمیدن، گلبن ببالیدن، بلبل چون گل ساکن بر شاخسار، و رنگ چون بوی متحرک در گلزار۔ نظم،

چه مرقع نمونهٔ گلزار — چار موسم گل همیشه بهار
نقشبندان کار آگاه قدر — متحیر ز کار صورت گر
کلک بهزاد خامهٔ مانی — یک قلم سر بجیب حیرانی
در بهارش خزان ندارد بار — گلشن از نخل عمر برخوردار
گر تصویر بوی معنی داشت — بگلاب آب و رنگ عوی داشت
گل صورت نه داشت پژمردن — انجم افروخت آسمان چمن
مرغزاری است رشک باغ ارم — صیدگاهی است سبز و بس خرم

طیور گوناگون، اشجار بوقلمون، سیمرغ آشکار، عنقا نمودار، مرغ زرین بر شاخسار سیمبر بال گستر و طاوس رنگین بر بساط زمردین جلوه گر

نظم ـ

بدیدی اگر باز این مرغ زار   بیک دست سیمرغی کردی شکار

بارگاهی است وسیعتر از خرگاهِ فلک، و محشری است آرامگاه انس ملک، شاه و گدا جلوه گر، خاص و عام در مدّ نظر، اسپ و فیل از نظر میگذرد، دیو و پری جلوه گر میگردد و دد و دام بآرام، وحش و طیر برام۔

نظم

نازم بمرقعے که چون لعبت باز   هر لمحه بصورتی شود چهره طراز

احسنت بکلک صنع صورتگر او، پرواز ندهٔ معنی ناز و نیاز۔ صورتی چند بی مثل و مانند نقشی خاطر خواه و دلپسند، شبیه باصل موافق، سایه بذات مطابق، جمالی بکمال حسنی بی زوال نگاهے آشنا، زبانی گویا ابروئے برجسته مژگانی باہم پیوسته، روئے بے نقاب چشمے بے حجاب جبینی بے چین، نگاهی پاک بین، دست هوس دامنش نه کشیده و پائے هوا بخلوتکدهٔ اش نه رسیده - نظم

چه صورت، پاکدامن تر ز مریم   مجسم او نباشد روح محرم
بسوئے او نباشد شانه را راه   ز گیسوئے بلندش دست کوتاه

؎

.. ..

.. ..

؎ یہاں پر زیب النساء بیگم کے حسن کی تعریف میں چند اشعار ہیں جن کا نقل کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ ۱۲

بیک جا عاشق و معشوق دل خواه — بکوریہائے چشم ہجر جانکاه
یکے با نیم رخ گرم اشارت — دو عالم را تمامے کردہ غارت
یکے مستقبل[5] ناظر نشستہ — مربع شکل را زانو شکستہ،
یکے استادہ ہمچوں سرو آزاد — ز قدش عالم بالا بفریاد
یکے بنشستہ بر بالائے مسند، — برنگ مہر بر لوح زبرجد
یکے حیران کار صانع خویش — بخود بینی سری افگندہ در پیش
یکے خطی بہ رویش حلقہ بستہ — میان سنبلش گل دستہ دستہ
یکے در رقص پاکوبان سرمست — یکے دف دیگرے طنبور در دست
یکے سرگرم در پیمانہ داری — یکے در سر ہوائے شانہ کاری
ز سر واکردہ گیسوئے پریشاں — بسان پائے چوں زنجیر پیچاں
ز سرتا پا کشیدہ چادر مو — کہ چشم بد نہ بیند آں پری رو
ز دوشش افتادہ گیسوتا بزانو — بچین کاسہ پیدا شدہ مو
چو صیادان نخچیر دل و ہوش — کمند زلف و گیسو بر سر دوش
سپاہ حسن را موشد سر آمد — ز دامش ہیچ دل بیروں نیامد
حدیث زلف و گیسو چوں نگارد — برنگ شانہ کلکم "دہ ہو" بر آرد

ل۵ کذا فی الاصل-۱۲

بیالے راآشد بی رشد خاموش — بطبع فکر چوں معنی فزن جوش
سخن کوته چه جائے قیل و قال است — مرقع فی محل وجد و حال است

از آنجا که تعریف این سخن بگفتن و شنیدن راست نیاید، توصیف را بوا نمودن و دیدن مرقع حواله می نماید، و ختم کلام دیباچه مرقع خجسته آغاز فرخنده انجام بنظم قطعه مشتمل بر تاریخ چند، السب والی می شنا - نظم

بحمد الله مرتب شد مرقع — ز کلک نقشبندان معانی
مرقع نیست نقش هفت خلدات — سزد دیباچه اش سبع المثانی
مرقع نیست، دام انس و الفت — و حوشش رام و طیرش آشیانی
بیک سو قطعه بخط عارض — بیکر دو رقعه هم نقش مانی
نگاه دیدن تصویر و تحریر — ره از صورت به معنی میرسانی
توان کردن نظر بر پشت کارش — ز حیرت محو اگر بر رو نشانی
نگردد خم قد صورت ز پیری — بتمام عمر هنگام جوانی
ندیده رویش از پیری ضعیفی — بنازم قوت زور جوانی
نمیدانم چسان تعریف گنجد — ز بس جا کرده در صورت معانی
مصور انتخاب کائنات است — تماشا کن تماشا تا توانی
ز توصیفش کلامم گشته رنگیں — سزد دیباچه ترقیع خوانی
سه بیتم مشتمل سال ترتیب — بهر مصراع از آن تاریخ دانی

همه معدود از یک تا بشش سال | بتر تیبی که در اعداد خوانی
نخستین سال دان از بیت اوّل | یکی افزود در مصراع ثانی
اگر بینی بچشم دل ، مرقع | نیابی در وجود کون ثانی
زحسن و نام این ترقیع زیبا | بمعنی محو چوں صورت بمانی
بود بیمثل این زیبا مرقع | نمایاں چوں نگارستان مانی
مصور تا بود ترقیع عالم | بتصویر بروج آسمانی

وجودش باد سالم از حوادث
بیکتائے کہ او را نیست ثانی

شعرا کی قدر دانی زیب النسا کے حسنِ مذاق سے بڑا نفع یہ ہوا کہ عالمگیر کی خشک مزاجی نے جو نقصان پہنچایا تھا اس کی تلافی ہو گئی۔ یاد ہوگا کہ دربار میں ملک الشعرائی کا خاص عہدہ ابتدائے سلطنت سے چلا آتا تھا جس پر فیضی، طالب آملی، قدسی، کلیم۔ مامور رہ چکے تھے۔ عالمگیر نے اس عہدہ کو موقوف کر دیا اور دفعتاً شعرا گویا بے خانماں ہو گئے لیکن زیب النسا کی قدردانی نے پھر دربار قایم کر دیا۔ مختلف تقریبوں پر شعرا قصیدے اور نظمیں لکھ کر پیش کرتے تھے اور گراں بہا انعام پاتے تھے۔ زیب النسا کی شعر دوستی کا یہ اثر ہوا کہ اہلِ سخن معمولی عرض معروض بھی شعر ہی میں کرتے تھے۔

" نعمت خاں عالی اس زمانہ کا مشہور شاعر تھا ایک دفعہ اس نے ایک

مرصع کلغی جو دستار پر لگاتے تھے زیب النسا کی خدمت میں فروخت کے لئے
پیش کی زیب النسا نے رکھ لی - لیکن جیسا کہ درباروں کا معمول ہے - قیمت کے
ملنے میں دیر ہوئی - نعمت خاں نے یہ رباعی لکھ کر بھیجی ؎

اے بندگیت سعادت اختر من — در خدمت تو عیاں شدہ جوہر من
گر جیغہ خریدنی ست پس کو زر من — ور نیست خریدنی - بزن بر سر من

بیگم نے پانچ ہزار روپیہ دلوائے اور کلغی واپس کر دی"[۵۱]

ایک دفعہ زیب النسا نے ایک لونڈی اپنے اُستاد مُلا اشرف ماژندرانی کے پاس
بھیجی کہ اس کو خدمت میں رکھے - کنیز مُلا صاحب کے مذاق کے موافق نہ تھی ایک
طول طویل قطعہ اس کی ہجو میں لکھ کر بیگم کو بھیجا - آغاز کا شعر یہ ہے ؎

قدر دانشور شناسا نور چشم عالما — ایکہ ہرگز قدرت ہم حیثیت حور انداشت[۵۲]

"زیب النسا کو شعرا کی اتنی خاطر منظور تھی کہ ان کے لئے ایک عالیشان مکان
بنوایا تھا شام کو مطبخ کا داروغہ ہر ایک سے خاص کھانے کے لئے جو اُسے مرغوب
ہوتا تھا پوچھنے جاتا تھا - وہی کھانا اسکے سامنے پیش کیا جاتا"

لطائف | شعرائے ایران نے ایک مصرع تضمین کی غرض سے ہندوستان بھیجا

در ابلق کسے کم دید موجود

---

[۵۱] خزانہ عامرہ ۱۲ [۵۲] مقالات شبلی ۱۲

پہلے دربار کے شعرا نے طبع آزمائی کی جب وہ ناکامیاب رہے تو زیب النسا
کے حضور میں پیش ہوا۔ فلبدیہ فرماتی ہے ؎

در ابلق کسے کم دیدہ موجود
بغیر از اشک چشم سرمہ آلود

زیب النسا نے ایک شعر موزوں کیا محفل شعرا میں داد کے لئے آیا۔ اس پر عاقل خاں
رازی (جو عمر رسیدہ تھا) لکھتا ہے ؎

شق است باشد بستہ ناموس و ننگ
پختہ مغزان جنون اکے حیا زنجیر پاست

زیب النسا کی اعلیٰ قابلیت اور زبردست طبیعت کا اندازہ ذیل کے شعر سے
خوب کھلتا ہے کہ بڈھے رازی کو کیسا منہ توڑ جواب ملا ؎

پاک بازان محبت را حیا باشد مدام
چوں تو مرغ بیحیا را کے حیا زنجیر پاست

اسی زمانہ میں ایران کا زندہ دل شاعر ناصر علی بھی آیا وہ بھی محفل شعرا میں
ٹھہرائے گئے یہ عمر رسیدہ تھے اور بیگم کی بھی عمر ڈھل چکی تھی مگر شاعرانہ نوک جھونک
برابر کی تھی۔ ناصر علی۔ علی بڑا حاضر جواب تھا۔

نتائج افکار | زیب النسا کا کلام تلف ہو گیا بہت کم دستیاب ہوتا ہے مخزن الغرائب
میں شہزادی کے حال میں لکھا ہے۔

"اما ن دیوان اشعارش جائے بہ نظر نیامدہ مگر در تذکرہ انتخابش بہ نظر
آمدہ۔ لیکن اعتبار را نشاید۔ سبب آنکہ اکثر شعرا اساتذہ صاحب آں
تذکرہ بنام بیگم نوشتہ بود"

آہستہ برگ گل بفشاں بر مزار ما، بس نازک است شیشۂ دل در کنار ما

بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نشد کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدارے نشد
صد بہار آخر شد و ہر گل بہ فرقے جا گرفت غنچۂ باغ دل ما زیب دستارے نشد

قدر و منزلت عالمگیر زیب النسا کی نہایت عزت کیا کرتا تھا۔ جب وہ باہر سے آتی تھی تو اس کے استقبال کے لئے شہزادوں کو بھیجا جاتا تھا سفر و حضر میں اس کو ساتھ رکھتا تھا۔ کشمیر کے دشوار سفر میں بھی وہ ساتھ تھی۔

عتاب شاہی ۱۶۹۱ء میں راجپوتوں نے جب عام بغاوت کی، تو اورنگ زیب مارواڑ کے راجپوتوں کی گوشمالی کرنے کو مع فوج روانہ ہوا اس مہم عظیم کے لئے شاہزادہ اعظم کو بنگالہ سے اور معظم کو دکن سے طلب کیا۔ اور اکبر کو اپنے ہمراہ لیتے گئے۔ اورنگ زیب خود بمقام دہ باری مقیم رہے، اور شاہزادوں کو ارادلی پہاڑیوں کی جانب جنگ و جدل کے واسطے بھیجا یہ لڑائی فی الواقع بہت بڑی تھی جس میں راجپوت اور راٹھور متفق ہو کر مقابلہ کر رہے تھے اور انھوں نے چاروں طرف سے شورش مچا رکھا تھا۔ راٹھوروں کا سردار درگا داس چلتا ہوا تھا اس نے یہ تدبیر نکالی کہ باپ بیٹے میں نفاق ڈلوا دیا شاہزادہ اکبر بخیال ولیعہدی اورنگ زیب سے باغی ہو گیا۔ مگر بادشاہ نے شاہزادہ اکبر کو جو ستر ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کو تیار ہو گیا تھا۔ اپنی

حکمت عملی سے ٹال دیا۔

"زیب النسا اور اکبر حقیقی بھائی بہن تھے دونوں میں خط و کتابت بھی تھی یہ خطوط شہہ میں پکڑے گئے اور عالمگیر نے اس کے انتظام میں زیب النسا کی تنخواہ جو چار لاکھ سالانہ تھی بند کر دی اس کے ساتھ تمام مال متاع ضبط کر لیا گیا اور قلعہ سلیم گڑھ میں رہنے کا حکم ہوا"[۵۱]

عفو قصور لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد اس کی بے گناہی ثابت ہوئی اور عفو قصور کر دیا گیا۔ کیونکہ ۱۰۹۲ھ میں حمیدہ بانو بیگم (والدہ روح اللہ خاں) نے انتقال کیا تو رسم تعزیت ادا کرنے کے لئے عالمگیر نے زیب النسا کو روح اللہ خاں کے گھر بھیجا تھا اسی سنہ میں جب شاہزادہ کام بخش (عالمگیر کا سب سے چھوٹا بیٹا) کی شادی ہوئی تو تقریب کی رسمیں زیب النسا ہی کے محل میں ہوئیں اور عالمگیر کے حکم سے تمام ارکان دربار زیب النسا کی ڈیوڑھی تک پاپیادہ گئے[۵۲]۔

شادی اس شہزادی نے اپنی شادی نہیں کی مردانہ طبیعت پائی تھی اس کو گوارا نہ تھا کہ کسی کا محکوم ہو کر رہا جائے فطری طور پر شادی سے متنفر تھی اس کی بہن زبدۃ النسا بیگم اور مہر النسا بیگم سپہر شکوہ

---

[۵۱] ماثر عالمگیری صفحہ ۲۰۴ [۵۲] مقالات شبلی

اور ایزد بخش (پسر شاہزادہ مراد) کو بیاہی تھی یہ مرد کی صورت سے نفرت کرتی تھی
اس کو عشق صرف علوم سے تھا شب و روز اسی شغل میں مبتلا رہتی تھی۔

سیرت زیب النسا اعلیٰ سیرت کی خاتون تھی۔ طبیعت کی رحیم۔ بردبار۔ خلیق و متحمل۔ غصہ کے وقت بھی مطمئن نظر آتی تھی خادموں و کنیزوں کی غلطی پر چشم پوشی کیا کرتی تھی۔ ہمعصر شعرا گستاخانہ اور بے باکانہ چوٹیں کر جاتے تھے۔ مگر یہ مستقل مزاج ہی رہی غصہ تو درکنار پرواہ تک نہیں کرتی۔
ایک مرتبہ شعرا کے سامنے اپنا یہ ایک مصرع پیش کیا ؎

از ہم نمی شود ز حلاوت جدا لبم

تمام شعرا نے اس پر طبع آزمائی کی۔ ناصر علی۔ علی سرہندی نے گستاخانہ مصرع موزوں کیا ع

شاید رسید بر لب زیب النسا لبم

گو یہ آداب کے خلاف تھا مگر تحمل سے کام لیکر اس کا جواب یہ دیا ؎

ناصر علی بنام علی بردہ پناہ — ورنہ بذوالفقار علی سر بریدہ مت

نقل ایک دفعہ ایک آئینہ جو فغفور چین نے اس کے دادا شاہجہاں کو تحفہ میں بھیجا تھا وہ عالمگیر سے اس کو ملا۔ اپنی لونڈی روشن سے طلب کیا راستہ میں لاتے ہوئے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا وہ لونڈی کانپتی ہوئی آئی اور رو رو کر کہا۔

از قضا آئینۂ چینی شکست

شہزادی بجائے ناراض ہونے کے کہتی ہے۔ ع

خوب شد اسباب خود بینی شکست

حلیہ یہ شہزادی لانبے قد کی عورت تھی بدن کی دبلی تپلی تھی چہرہ گول تھا آنکھیں سیاہ تھیں سر کے بال لمبے تھے اور رنگ بہت صاف شفاف تھا مگر نہ تو دانتوں میں مسّی ملی نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا۔

لباس پوشاک ہمیشہ سادی پہنی۔ کبھی ریشمین تار تک جسم پر نہ ڈالا، زیب النسا ہمیشہ ایرانی وضع کے کپڑے پہنتی تھی۔

زیور زیور بھی برائے نام ہی پہنتی تھی چنانچہ ایک موتی کا ہار گلے میں پہنے رہتی تھی۔ اس کے سوا اور کوئی زیور اُس نے کبھی نہ پہنا۔ زیب النسا کو جس قدر حصول علم کا شوق تھا اسی قدر اپنی آرایش سے نفرت تھی۔

نفاست پسندی زیب النسا اگرچہ درویشانہ و فقیرانہ مذاق رکھتی تھی۔ تاہم شاہجہاں کی پوتی تھی اس سے نفاست پسندی اور امارت کے سامان بھی لازمی تھے۔ عنایت اللہ خاں جو امرائے عالمگیری میں مقرب خاص تھا ان کا میر خانساماں تھا۔

صرف اوقات شہزادی کا روزمرہ یہ تھا کہ علی الصبح حوائج ضروری سے فارغ ہو کر نماز پڑھتی۔ تلاوت قرآن مجید اس کے بعد

تصانیف کی دیکھ بال میں مصروف رہتی بادشاہ امورات ملکی کے مشورہ میں طلب کرتے باپ کے ساتھ شریک مشورت ہوتی۔

سخاوت | زیب النسا بڑی مخیرہ خاتون تھی بیوہ اور بیکس عورتوں کی داد دہش سے ہمیشہ پرورش کرتی تھی۔ غریب لوگوں کی لڑکیوں کی شادی اپنے صرف سے کراتی تھی۔

ہمدردی | ہمدردی اس کے مزاج میں اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ خواہ اپنا ہو یا پرایا ہو ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہوتی تھی، ایک مرتبہ اس کا بھائی شاہزادہ اعظم بہت سخت بیمار پڑا۔ زیب النسا کی حالت تھی کہ اس پر سو جان سے نثار ہوئی جاتی تھی۔ اس کی تیمارداری ایسی کی کہ سگی ماں کیا کرے گی۔

وفات | عالمگیر دکن کی طرف گئے تو زیب النسا علمی زندگی کی وجہ سے پایہ تخت کو نہ چھوڑ سکی۔ اس کی چھوٹی بہن زینت النسا ہمراہ سفر تھی، یکایک مرض الموت میں گرفتار ہوئی اور سنہ ۱۱۰۶ھ میں باپ سے چھ سال پہلے رحلت کر گئی عالمگیر فتوحات میں مصروف تھے خبر سن کر غمزدہ ہوئے اور ارکان دولت کو حکم دیا کہ مقبرہ تیار کیا جائے اور ایصال ثواب کے لئے خیرات دی جائے۔

نواب تقدس قباب زیب النسا بیگم، دور نقاب رحمت الٰہی کشیدند
و در دولت سرائے مغفرت نامتناہی آرامش گزیدند خاقان جہان را

ازمفارقت فرزندبجاں پیوند دل غم اند ودو دیدہ اشک آمود گردید
واز بیطاقتی اختیاری نماند ناچار عصابرب ساختند احکام قدسیہ
بنام سید امجد خاں وشیخ عطا اللہ وحافظ در بذل خیرات وصدقات
وعمارت مضجع القدسی ذات کہ در باغ سی ہزاری از متروکات نواب
جنت مآب صاحب الزمانی قرار یافتہ۔ عز صدور یافت۔[۵۱]

مذکورہ بالا باغ (کابلی دروازہ کے باہر تیس ہزارہ میدان کہلاتا ہے) میں مقبرہ اور مسجد تعمیر کی گئی۔ قبر کے کتبہ کی عبارت یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کان من علیہا فان۔ ہذا مرقد البنت الکبریٰ
للعبد المذنب العاصی وطی الحوفۃ برحمۃ الراحم الکریم الحافظ ذیب النسا المرجون
عباد اللہ الصالحین ان یدعوا الہا بالغفران ورضوان تاریخ فوتہا قولہ سبحانہ

ودخلی جنتی

ریل کی سڑک نکلنے میں مسجد ومقبرہ برباد گیا ۱۱۳ ۱۹۲۵ء کی موٹروں کی نمائش اس میدان میں ہوئی تو نیچے اونچی جگہ جو صاف ہو رہی تھی قبر کھل گئی زنانی نعش کا ڈھانچہ نظر پڑا اسیوقت قبر پھر درست کرادی گئی ہے جو ابتک موجود ہے۔

شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد لکھتے ہیں کہ اس کی قبر بیرون دہلی ہے۔ اسکی قبر کو خود دیکھا اور کتابہ جسمیں یہ آیتہ ودخلی جنتی لکھی وہ موجود قبر پر تھا"

---

۵۱ عالمگیر نامہ صفحہ ۲۰۴۔

ایجادات طبیعت میں ایجاد و اختراع کا مادہ تھا۔ ۱۰۹۰ھ میں ابرک کا ایک ٹا
خیمہ تیار کرایا تھا۔ جو تمام تر شیشہ معلوم ہوتا تھا۔ نعمت خاں عالی نے اس کی تعریف میں
ایک چھوٹی سی مثنوی لکھی جس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

ازاں خرگاہ طلقش چشم بد دور — کہ شد از جلوہ اش نورٌ علی نور
تعالی اللہ چہ روشن بارگاہے — کدورت را در ینجا نیست راہے
زنورش گشتہ خیرہ چشم کوکب — کمینہ خانہ زادش ماہ نخشب
فروغش گر چنیں دارد جہاں تاب — کسے شب را نخواہد دید در خواب
چو عاجز گشت نطقم از ثنایش — شدم جویائے تاریخ بنایش
پئے تاریخ آں گفتا زمانہ — بروں زنگ دلم آئینہ خانہ

عمارت شاہجہاں کی پوتی تھی ورثہ میں عمارت کی درستی پائی تھی۔ کشمیر میں جا بجا جو
خوشگوار اور خوش منظر چشمے ہیں ان میں سے ایک چشمہ کا نام "احول" تھا زیب النساء کی جاگیر
میں تھا انہوں نے اسکے متصل ایک نہایت پرتکلف باغ اور شاہانہ عمارتیں تیار کرائی تھیں۔
۱۰۷۴ھ میں عالمگیر سفر کشمیر کو گئے تو اس مقام پر ایک دن قیام کیا اور زیب النساء نے
قاعدہ کے موافق نذر پیش کی اور روپیہ نچھاور کئے[۱]۔ لاہور میں ایک باغ (جو برجی والا کے
اب مشہور ہے) نفیس و درمیانی عمارت کے تیار کرایا تھا جو اپنی دائی میاں بائی کو عطا
کر دیا تھا آج وہ شکستہ حالت میں موجود ہے۔

---

[۱] عالمگیر نامہ صفحہ ۸۳۶



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہنشاہ ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر

حضرت اورنگ زیب صاحبقران اعظم شہاب الدین شاہجہاں کے تیسرے لڑکے تھے جو ۱۵ ذیقعد ۱۰۲۷ھ مقام دوحد (مالوہ) میں ممتاز محل دختر آصف جاہ مشہور ملکہ نور جہاں کی بھتیجی کے بطن سے تولد ہوئے۔ جہانگیر نے شاہجہاں کی بے عنوانی پر بہ طور یرغمال داراشکوہ اور اس چار برس کے بچہ کو اپنے پاس رکھا۔ زیر نگرانی نور جہاں ان دونوں کی تربیت ہوئی ۱۶۲۷ء میں جہانگیر خلد بریں کو سدھارے شاہجہاں تخت سلطنت پر بیٹھے یہ دونوں ۵ سال بعد اپنے ماموں آصف جاہ کے ہمراہ لاہور سے آگرہ باپ کے پاس آگئے۔

تعلیم | بقول مولانا فضل امام خیرآبادی ملا ابو الواعظ ہرگامی سے ابتدائی تعلیم

کے منازل طے کئے۔[۱۵] علم ادب مولوی سید محمد قنوجی سے حاصل کیا۔ علامہ سعد اللہ خاں کی بھی شاگردی کی۔ بعد تحصیل علم ہر قسم کے عیش و آرام کو ترک کر کے کتب خانہ میں وقت صرف ہوتا تھا۔ کتب بینی سے تمام علوم میں کامل دستگاہ حاصل ہو گئی تھی۔

عہد شہزادگی

حالت شاہزادگی میں یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ایک کام کی خود نگرانی رکھتے تھے۔ شہر کی خبروں سے باخبر۔ باہر کے آنے جانے والوں پر جاسوس لگائے رہتے تھے۔ بازار کی ہر جنس کا نرخنامہ روزانہ اپنے پاس منگواتے۔ مختلف اوضاع کے لوگوں کے مذاق دریافت کرتے۔ افسران فوج کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اپنے عادات و اطوار اور نیز قیافہ ظاہری کے باعث خواہ مخواہ ایک بڑے اونچے درجے کے آدمی معلوم ہوتے تھے عقیل دور اندیش۔ جری مستقل مزاج اور سب سے زیادہ یہ کہ بڑے محنتی اور بیحد جفاکش تھے۔

بہادری

۱۴ سال کی عمر تھی شاہجہاں قلعہ آگرہ کے جھروکے سے مست ہاتھیوں کی لڑائی دیکھ رہے تھے، شہزادے گھوڑوں پر مصروف نظارہ تھے اورنگ زیب محویت کے عالم میں ہاتھیوں کے پاس پہنچ گئے ان پر ایک ہاتھی حملہ آور ہوا۔ شہزادے نے پیچھے ہٹنے کے بجائے نیزے سے ہاتھی کی پیشانی کو زخمی کر ڈالا۔ بادشاہ معہ تماشائیوں کے بے قرار ہو گئے۔ آتش بازی چھوڑی مگر وہ ہٹنے

---

۱۵ آمدنامہ مولانا فضل امام خیرآبادی قلمی ملک کتب خانہ لاہر پور۔ ۱۲

کے بجائے اور خشمناک ہو کر شہزادے پر گرا۔ وہ گھوڑے سے نیچے آ رہے مگر مردانہ وار اٹھ کر تلوار سے مقابلہ کیا شہزادہ شجاع بھائی کے بچانے کے لئے بڑھا مگر اس کا گھوڑا بدک گیا اور وہ بھی نیچے آ رہے، اس اثنا میں ہاتھی اپنے مدمقابل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس طرح ان کی جان بچی۔ بادشاہ نے فرط محبت سے سینے سے لپٹا لیا۔ ان دونوں کو اشرفیوں سے تولا اور وہ غربا میں تقسیم کی گئیں۔ اسکے بعد بندیلوں کی جنگ میں شرکت کی خوب داد شجاعت دی پھر پنجاب کا صوبہ دار بنا۔ قندھار اور بدخشاں میں جوہر مردانگی دکھائے۔

اورنگ زیب بدخشاں میں ازبکوں سے لڑ رہے تھے تیروں کی بارش تھی نیزے چل رہے تھے۔ تلواریں چمک رہی تھیں۔ عین اس کشت و خون میں نماز کا وقت آ گیا میدان جنگ میں نیت باندھ کر خدا کی عبادت میں لگ گئے ازبکوں کے سردار عبدالعزیز خاں نے ۲۵ یا ۲۶ سال کے نوجوان کی یہ شان اسلامیت دیکھی تو وہ مبہوت رہ گیا اسی وقت اپنے سپاہیوں کو لڑائی بند کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ ایسے شخص سے جنگ تقدیر سے جنگ کرنا ہے۔"

اس کے بعد سیاسی زندگی کچھ دن کے لئے ترک کر دی تھی بعد میں دکن کے صوبہ دار بن گئے۔

سوانحات

۱۰۶۷ھ میں شاہجہاں بعمر ۶۷ سال سخت علیل ہوا۔ لوگوں کو زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ اس وقت بہ سبب ولیعہدی کے داراشکوہ

پاس تھا اور شجاع بنگالہ کا اور مراد بخش گجرات کا اورنگ زیب دکن کا صوبہ دار تھا۔ باوجودیکہ دارا شکوہ نے خبر علالت بادشاہ کو چھپانا چاہا مگر سب کے پاس پہنچ ہی گئی۔ شجاع بنگالہ سے چل دوڑا مگر بنارس کے پاس دارا شکوہ کے فرزند سلیمان شکوہ سے شکست کھا کر واپس گیا۔ اورنگ زیب نے بھی نقل و حرکت شروع کی مراد بخش کو بھی ہمراہ لیا۔ ادھر سے دارا شکوہ کے لشکر نے اجین میں جا کر روکا مگر سردار فوج راجہ جسونت سنگھ کے شکست کھانے سے شاہزادوں کا لشکر آگے بڑھ آیا حتیٰ کہ آگرہ ایک منزل کی تفاوت سے رہگیا۔ اس جگہ (وہیں) دارا شکوہ ایک لاکھ سوار جرار اپنے ساتھ لے کر خود میدان جنگ میں آیا اور مقابلہ کیا۔ ادھر راجپوت جانیں توڑ توڑ کر لڑ رہے تھے۔ اور ادھر اورنگ زیب اپنے سپاہیوں کی جرات کو "اللہ معکم" کے نعرہ مار مار کر بڑھ رہا تھا۔ ادھر سے راجہ جسونت سنگھ نے مراد پر حملہ کیا مراد نے اس کا بھالا تلوار سے روک کر ایک ہی تیر سے مار ڈالا۔ راجہ روپ سنگھ اورنگ زیب کے ہاتھی کے ہودج کا رستا کاٹنے میں قتل ہوا۔ ہاتھی کے زخمی ہونے کے باعث دارا شکوہ کو نیچے اترنا پڑا راجپوت ایک جانب کھیت ہو ہی رہے تھے۔ دارا شکوہ کے نظر سے غائب ہوتے ہی سب کے قدم اکھڑ گئے۔ اور لڑائی کا نتیجہ برعکس نکلا۔ یہ رنگ دیکھ کر دارا شکوہ فرار ہو گیا۔ شرم سے باپ کے سامنے نہ گیا۔ بیگم اور لڑکوں کو لیکر سیدھا لاہور کو روانہ ہو گیا اور پھرتا پھرا۔ اورنگ زیب نے آگرہ پر تسلط کیا۔ باپ

معزول ہو کر نظر بند ہوئے۔ خود ۱۰۶۸ھ میں اورنگ زیب تخت نشین ہوا۔
۱۰۶۹ھ میں رسم تخت نشینی ادا کی خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا جشن نوروزی ماہ رمضان میں مقرر کیا اور جشن نشاط افروز نام رکھا۔ محصول راہداری اور تمام اجناس کا ہمیشہ کے لئے معاف کیا ۲۵ لاکھ روپیہ خیرات کئے ۶ لاکھ تیس ہزار کے تحفے مکہ و مدینہ ارسال کئے گئے ایک لاکھ ساٹھ ہزار کی لاگت سے قلعہ میں سنگ مرمر کی مسجد تیار کرائی قلمرو میں غربا کے لئے لنگر خانہ کھلوائے گئے۔ ادھر داراشکوہ شکست خوردہ اپنے خادم اجودھن کے حاکم ملک جیون خاں کے پاس پہونچے، اس نمک حرام نے دھوکے سے گرفتار کیا اور دہلی لایا۔ ملحد قرار دے کر قتل کیا گیا۔ اور اس کا بیٹا سپہر شکوہ قید ہو کر قلعہ گوالیار بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد مراد بخش بھی تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔

عالمگیر کی تخت نشینی کے ۸ سال بعد نظر بند رہ کر ۱۶۶۶ء میں شاہجہاں نے دنیا کو خیر باد کہا۔ ۱۶۸۱ء سے دکن کی طول طویل لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا جس سے عالمگیر کو بقیہ عمر کے ۲۶ سالوں میں مطلق فرصت نہ ملی۔ بیجاپور کو ۱۶۸۶ء میں گولکنڈہ کو ۱۶۸۷ء میں فتح کر کے عادل و قطب شاہیہ سلطنتوں کو زیر نگین لے آئے لیکن مرہٹہ طاقت بسر کردگی سیواجی جسکا پیشہ رہزنی تھا۔ اور "یادگار" علقمی ابوالحسن تاناشاہ کی عانت سے روز بروز بسر عروج ہونے لگی۔

عالمگیر کا اکبر سے زیادہ تمام ہندوستان پہ کامل تسلط ہو گیا۔

سلطنت نہایت عروج پر تھی مشرق میں تمام بنگال معہ گردو نواح کے داخل عملداری تھا اور مغرب میں پنجاب اور افغانستان کے علاوہ کشمیر کے اس پار چھوٹا تبت تک شامل ہند تھا۔

اصلاحات ملکی محکمہ احتساب بسر کردگی ملا عیوض وجیہ اور شیخا میاں گوپا موی محتسب اجین وغیرہ قائم کیا گیا۔

مسکرات کا استعمال موقوف ہوا اور اس کی آمدنی ناجائز قرار دیگئی

شرعی وکیل ممالک محروسہ میں شامل کئے گئے۔

پرچہ نویسی کا باضابطہ اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کیا گیا

رقص و سرود و خلاف شرع رسوم تعزیہ داری وغیرہ قطعاً بند کی گئی۔

راستہ و سڑکیں محفوظ کی گئیں کہ رہزن مسافروں کو پریشان نہ کر سکیں

ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ محتاجوں کو مقرر کیا گیا

ہیجڑا بنانے کی رسم حکماً بند کی گئی۔

شیو ناتھ کے مندر کاشی میں جو براہم کی غلط کاری کے مرکز بنائے گئے تھے وہ منہدم کئے گئے[1]

اس کے بعد عالمگیر نے اپنے میر منشی رائے چندر بھان کی سفارش سے بجد

---

[1] تاریخ تراب صفحہ ۲۶۴

حکم دینے انہدام مندر بنارس کے یہ فرمان جاری کیا کہ ہم اپنا حکم منسوخ کرتے ہیں کہ آئندہ کے لئے ممانعت ہے کہ کوئی بتخانہ توڑ کر بجائے اس کے مسجد تعمیر نہ ہو۔[۵۱]

بنارس کے مندر کے پجاریوں کے متعلق فرمان اورنگ زیب

فرمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منشور لامع النور اورنگ شاہ بہادر غازی

محمد اورنگ زیب شاہ بہادر غازی ابن صاحبقران ثانی

لایق العنایہ والرحمۃ ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چوں بمقتضائے مراحم ذاتی ومکارم جبلی ہمگی ہمت والا نہمت و تمامی نیت حق طویت ما بر رفاہیت جمہور انام وانتظام احوال طبقات خواص وعام مصروفیت واز روئے شرع شریف وملت منیفہ مقرر چنان است کہ دیرہا دیرین برانداخت نشود وبتکدہ ہا تازہ بنا نیابد ودریں ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع اعلی رسید کہ بعض مردم از راہ عنف وتعدی بہ ہنود سکنہ قصبہ بنارس وبرخے امکنہ دیگر کہ نواحی

---

۵۱ تاریخ تراب صفحہ ۳۰۴

آں واقفیت وجماعۂ برہمنان سدنۂ اں محال کہ سدانت بت خانہ ہائے قدیم کہ انجا
باہنا تعلق دارد ومزاحم ومتعرض می شوند ومیخواہند کہ ایشاں را از سدانت آں کہ
از مدت مدید باہناں متعلق است باز دارند وایں معنی باعث پریشانی وتفرقہ
حال ایں گروہ می گیرد ولہذا حکم والا صادر شود کہ بعد از ورودِ ایں منشور لامع النور
مقرر کنید کہ من بعد احدے بے حساب تعرض وتشویش باحوال برہمنان ودیگر
ہنود متوطنہ آں محال نہ رساند تا آنہا بدستور ایام پیشین بجا ومقام خود بودہ
بہ جمعیت خاطر بدعا ربقائے دولت (خدا) داد ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند۔
دریں باب تاریخ دارند۔ بتاریخ ۱۵ شہر جمادی الثانیہ ۱۰۶۹ھ۔

مفاد منشور

ابو الحسن کو جو نوازشات وعنایات کا مستحق ہے ہماری شاہانہ التفات کا
امیدوار رہ کر جاننا چاہیئے کہ اپنے مراحم ذاتی اور مکارم جبلی کے اقتضا سے
ہا بدولت واقبال کے سبب سے بڑی مصروفیت یہی ہے کہ خلق آسودہ رہے
اور رعایا کے چھوٹے بڑے سب طبقوں کی حالت درست رہے۔ یہ بھی واضح ہو
کہ شریعت غرا کے مقدس قانون کے لحاظ سے اگرچہ نئے بتکدوں کی تعمیر کی
اجازت نہیں دی جاسکتی۔ لیکن جو پرانے مندر ہیں وہ ڈھائے بھی نہیں جا
سکتے۔ ان ایام عدالت انتظام میں یہ خبر ہمارے گوش زد ہوئی ہے کہ بعض

عمال ازراہ جبر و تعدی قصبہ بنارس اور اس نواح کے بعض دوسرے مقامات کے ہندؤں اور اس علاقہ کے بعض برہمنوں پر جو وہاں کے قدیم بُت خانوں کے پروہت ہیں تشدد کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان برہمنوں کو انکی پروہتی سے الگ کر دیں جس کا نتیجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ بچارے پریشان ہوں اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔ لہٰذا تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ اس منشور لامع النور کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص تمہارے علاقہ کے برہمنوں اور دوسرے ہندؤں کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ کرے اور ان کی تشویش کا باعث نہ ہو تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے منصوبوں پر قایم رہکر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خداداد ابد مدت وازل بنیاد کے حق میں مشغول دُعا رہیں اس باب میں تاکید مزید کی جاتی ہے۔[1]

معافی	تیس لاکھ روپیہ سالانہ کا زاید محصول سائر کا معاف کیا گیا۔
وسعت سلطنت	کراچی بندر سے لے کر آسام کے مشرقی حدود۔ کوہ ہمالیہ سے لے کر بحر ہند کے سطح تک سلطنت کی وسعت

پہنچ گئی تھی۔

---

[1] از اخبار ۱۵ جنوری ۱۹۳۸ء۔

(عالمگیر کے عہد میں صوبجات ہند کا رقبہ برطانیہ کے سلطنت کے رقبہ کے مساوی تھا)

محاصل | سنہ ۱۶۹۵ء میں کل مالگزاری اسی کرور روپیہ تھی۔

تعلیم | تمام اقطاع ہند میں عام تعلیم تھی ہر شہر میں کثیر التعداد مکاتب، و مدارس تھے۔

مسٹر ہملٹن سیاح جو عہد عالمگیری میں وارد ہند ہوا تھا اپنے سفرنامہ میں صرف ایک شہر ٹھٹھ کے متعلق لکھتا ہے کہ:-

"یہاں چار سو درسگاہیں ہیں"[۵۱]

صنعت و حرفت | صنعت و حرفت و تجارت کو بھی فروغ تھا صرف ایک پارچہ بافی کو اسقدر ترقی تھی کہ تمام ہندوستان کے لئے کافی ہونے کے ساتھ ممالک غیر کو جاتا تھا۔

ہندوستان کی تجارت کا مقابلہ یورپ کے بڑے بڑے ممالک بھی نہیں کر سکتے تھے اسی تجارت و مال کی درآمد و برآمد کا یہ نتیجہ تھا کہ صرف ایک شہر سورت میں چنگی کی آمدنی تیرہ لاکھ روپیہ سالانہ ہوتی تھی اور احمد آباد میں ایک کروڑ تین لاکھ روپیہ سالانہ چنگی کی آمدنی تھی[۵۲]

---

۵۱ عہد اورنگ زیب صفحہ ۸۸

۵۲ سفرنامہ کپتان ہملٹن جلد اول صفحہ ۱۴۸

سورت کے ایک تاجر عبدالغفور نامی جس کا سرمایہ تجارتی ایسٹ انڈیا کمپنی کی کل تجارت وسرمایہ کے برابر تھا۔[۵۱]

معافی محصول عالمگیر نے محصول راہداری کا تمام غلوں سے ماحصل کل اجناس کا افادہ عام کے واسطے دوامی معاف کر دیا تھا۔

پیمایش "اکبر کے عہد میں جو اراضیات پیمایش ہونے سے بچ رہی تھیں اس کی پیمایش کرائی خلافی خاں لکھتا ہے کہ ۱۰۶۶ھ سے بیس برس کے زمانہ میں ممالک دکن کی پیمایش ختم ہوئی اور اس کی جمعبندی اکبری اصول پر مقرر کی گئی"۔

ٹیکس خانہ جنگیوں سے خزانہ خالی ہو گیا تھا محاصل برباد ہو گئے تھے سلطنت کے کاروبار چلانے میں دقت تھی اورنگ زیب نے جہاں تک ہو سکا کوشش کی مگر آخر کار مجبور ہو کر۔ ہندو مسلمان دونوں پر ٹیکس جاری کر کے مسلمانوں سے زکوٰۃ اور ہندوؤں سے جزیہ وصول کیا۔ یہ عام ٹیکس جو آج کل کے ٹیکسوں کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر حیثیت رکھتے تھے۔ صرف مالی مشکلات میں پھنس کر بادشاہ نے عاید کئے تھے۔

مذہبی رواداری عہد عالمگیری کی مذہبی رواداری کا ذکر کپتان ہملٹن اپنے

---

[۵۱] سفرنامہ کپتان ہملٹن جلد اول صفحہ ۱۴۷۔

سفر نامہ میں شہر ٹھٹھہ کے حالات کے بیان میں لکھتا ہے۔

ریاست کا مسلم مذہب اسلام ہے لیکن تعداد میں اگر دس ہندو ہیں تو ایک مسلمان ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے وہ اپنے برت رکھتے ہیں اور تہواروں کو اسی طرح کرتے ہیں جیسے کہ اگلے زمانہ میں کرتے تھے جبکہ بادشاہت خود ہندوؤں کی تھی وہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں لیکن ان کی بیویوں کو اجازت نہیں ہے کہ شوہروں کے مردوں کے ساتھ ستی ہوں[۵۱]۔

بے تعصبی ہندو اور عیسائی ہندوستان میں امن و آزادگی سے زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے مذہبی رسوم ادا کرنے کی کوئی روک ٹوک نہ تھی حتیٰ کہ شراب خواری وغیرہ صرف مسلمانوں کے لئے ممنوع تھی انکو منع نہ تھا۔

عیسائیوں کے معبد دار الخلافۃ میں تھے بے روک ٹوک مذہبی فرائض ادا کرتے تھے۔ ہندو اپنے مندروں میں چاہے جو کریں کوئی پرسان حال نہ کی جاتی ان کے توہمات اور وساوس میں مطلق دخل اندازی نہ کیجاتی تھی۔

---

۵۱ جلد اول صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸ (سفر نامہ مذکور)

برنیر فرانسیسی سیاح اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ:-
"اورنگ زیب خاندان تیموریہ میں سب سے زیادہ دانا بادشاہ تھا بڑا معاملہ فہم اور تدبیر ملکی میں نہایت ہوشیار تھا دلجوئی میں اس نے کسی طرح کوتاہی نہ کی اور نہ اکبر جیسی قابل اعتراض دلجوئی"

صرف اوقات

عالمگیر اعظم اپنی حکومت کی مصروفیتوں میں اپنے باپ دادا سے سبقت لے گیا تھا ڈاکٹر جیلی کراری عالمگیر کے پیرانہ سالی عہد کا حال لکھتا ہے:-
وہ صاف وسفید ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیروں کے جھرمٹ میں کھڑا تھا۔ اس کی پگڑی میں زمرد کا ایک بڑا ٹکڑا لگا ہوا تھا دادخواہوں کی عرضیاں لیتا تھا، اور انہیں بلا عینک پڑھ کر خاص اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا تھا۔ اس کے ہشاش وبشاش چہرے سے صاف مترشح ہوتا تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شاداں و فرحاں ہے۔

صبح | عالمگیر صبح صادق سے پہلے بیدار ہوتے۔ حوائج ضروریہ سے فارغ

لے تاریخ ہند از مسٹر الفنسٹن اردو صفحہ ۱۲۳

ہوکر وضو، غسل کرکے نوافل ادا کرتے، دیوان خاص کی مسجد میں حاضر ہوکر قبلہ رُخ بیٹھ کر منتظر صلوٰۃ فجر رہتے۔ موذن کی اذان پر سُنت موکدہ ادا کرتے محلات کے خواجہ سرا وغیرہ مسجد میں جمع ہوجاتے۔ مل کر نماز باجماعت ادا کرتے۔ سب سے اول قرآن مجید کی تلاوت بعد ازاں حدیث کے مطالعہ میں مشغول ہوجاتے۔

خلوت گاہ | بعد نماز چاشت مسجد سے خلوت گاہ میں آتے۔

تا چاشت گاہ باین امر مشغول می باشند و بعد از فراغ قرین بخت، و سعادت و کامیاب فیض عبادت از آں معبد ہمایوں برآمدہ بخلوت گاہ عزوجاہ کہ نشیمن خاص آں خدیو خدا آگاہ است، شرف قدوم می بخشند[لہ]

امرا خاص اور مقربان معتبر حاضر حضور معلی ہوکر مجرا بجا لاتے۔

عدل | بادشاہ عدل پرور جلوہ گستر ہوتا۔ عدالت کے داروغے مظلوموں اور داد خواہوں کو ایک ایک کرکے پیش کرتے۔ مقدمات کے انفصال بروئے شریعت امیر و غریب آقا و غلام کے لئے سب مساوی رہتے تھے۔

ڈاکٹر لین پول اپنی تصنیف اورنگ زیب میں لکھتا ہے:- کہ

مغل اعظم اورنگ زیب اعظم ہے، نپے تلے انصاف سے عموماً فیصلے تجویز کرتا ہے۔ اس کے حضور میں سفارش اور امارت کی

۵لہ عالمگیر نامہ کاظم شیرازی۔

کوئی پیش نہیں جاتی اور ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی بات اسی مستعدی سے سنتا ہے جس طرح بڑے بڑے امیروں کی"

"وارباب تظلم و استغاثہ جمع کہ دلائل مسکنت و اضطرار و شمائل احتیاج و افتقار از چہرۂ احوال شان نمودار باشد از خزانہ احسان بیکران دامن امید بہ نقد مقصود و آزمودہ فیض اندوز فضل و مکرمت می گردند"[۱]

دربار عالمگیری میں روک ٹوک نہ تھی ہر کہ ومہ اپنا حال بادشاہ کے حضور میں عرض کر سکتا تھا اور عالمگیر بنہایت توجہ سے سنتا تھا۔ صدہا افسانہ عدل و انصاف عالمگیری کے مشہور ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میرزا کام بخش کے کوکہ پر قتل کا الزام عاید ہوا عالمگیر نے حکم دیا کہ عدالت میں اس کی تحقیق و تفتیش کی جائے اور دوران تفتیش میں اسے زیر حراست رکھا جائے مرزا کام بخش (جو عالمگیر کا چھوٹا فرزند تھا) کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ اس کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ عالمگیر کو بھی اس کا علم ہو گیا۔ اس نے میرزا کام بخش کو دربار میں طلب کیا۔ کام بخش اپنے کوکہ بھی ساتھ لایا۔ اور اس نے صاف طور پر کہہ دیا کہ وہ اس کو ایک منٹ کے لئے بھی جدا کرنا نہیں چاہتا۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ دونوں کو حراست

---

[۱] مآثر عالمگیری

میں لیلیا جائے چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا۔[۱]

ڈاکٹر لین پول لکھتا ہے:-

"اس کی پنجاہ سالہ حکومت کے طول و طویل عرصہ میں اس سے ایک بھی ظالمانہ فعل سرزد نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ہندوؤں کے خلاف انصاف روپذیر نہیں ہوا!"

جھروکہ درشن درشن ایک دیرینہ رسم تھی عالمگیر نے ۱۰۷۸ھ تک اس پر عمل کیا اس کے بعد حکماً بند کر دیا کہ عوام ہندو خوش اعتقادی کے جوش میں درشن کو مثل پوجا سمجھنے لگے تھے۔

"در زمان بادشاہان سلف بغایت آن سال جھروکہ درشن مقرر بود کہ بادشاہ با وجود عارضہ بدنی برائے جمنائے اکبرآباد وشاہجہان آباد ساختہ بودند سر از جھروکہ بدر می آوردند سوائے امرائے مجرئی آں وقت چندی یک آدم از زن و مردے ہمہ قوم پائے جھروکہ فراہم آمدہ دعا وثنا بجا می آوردند وبسیارے از قوم ہنود بودند۔ بدرشن مشہور یعنی تا صورت بادشاہ را در پائے جھروکہ درشن نمی دیدند بہ ہیچ چیز از ماکولات در دہن نمی انداختند ان خسرو دین پرور آن را نیز از جملہ ممنوعات شرع دانستہ در پائے جھروکہ

---

[۱] اقبالنامہ عالمگیری۔

نشستن و خوف نمودہ حکم منع فراہم آمدن آں ازدحام فرمودند۔[۱۵]

معائنہ فوج

بادشاہ فوج کا معائنہ کرتا اور اس جماعت کی بھی دیکھ بھال کرتا جو نماز جمعہ کے جلوس میں اس کے ہمرکاب ہوتی تھی۔ "عالمگیر کے لشکر میں دس لاکھ فوج رہتی تھی۔"

جنگ پیلان

داروغہ فیل خانہ نوگرفتار ہاتھی حضوری میں معائنہ کے لئے لاتا اور ہاتھیوں کی قواعد دکھلاتا اور بعض اوقات بادشاہ کے اشارہ پر ہاتھیوں کی کشتی کرائی جاتی۔

"و بعضے اوقات بہ اشارہ معلی افیلان کوہ تمثال فلک شکوہ سیاہ مستے بادہ جنگجوئی و عربدہ عظیم الجثہ باشند۔ از یک زنجیر تا پنج زنجیر بقدر خواہش طبع اقدس دراں میدان وسیع جنگ انداز ندﷺ[۲۵]"

دیوان عام

معائنہ فوج وغیرہ کے بعد بادشاہ سیدھا دیوان عام میں آتا۔ اور تخت پر جلوہ افروز ہوتا۔ امرا اور وزرا اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے صف بستہ کھڑے ہوتے۔ موکب شاہی اردگرد اور علم بردار بائیں جانب ایستادہ ہوتے۔ بخشی بادشاہ کے حضور میں افسران فوج اور دیگر عہدہ داران لشکر کو درجہ بدرجہ پیش کرتا۔ سلطنت کے بڑے

---

۱۵ خافی خاں جلد دوم　　　　۲۵ عالمگیر نامہ

بڑے منصب داروں کی تقریب بھی بخشی کے ذریعہ ہوتی۔ اس کے بعد درخواستیں پیش ہوتیں خود معاملہ کی تفتیش کرکے حکم نافذ کرتا۔ میر آتش توپ خانہ متعلقہ امورات فوج وزیر اعظم کے ذریعہ حضوری میں پیش کرتا۔ اس کے بعد صدر کل ممالک محروسہ کی ایک مکمل و مجمل رپورٹ دربار شاہی میں پڑھتا۔ رعایا کی بہبودی کا لحاظ زیادہ رکھا جاتا جاگیریں عطا ہوتیں علما و فضلا کے حقوق کی پاسداری کی جاتی۔ تمام سلطنت کے امور عامہ اور ترقی تنزل کے جملہ مراتب طے ہوتے، دو گھنٹہ کے اندر اندر یہ کام اختتام پذیر ہوتے۔

دیوان خاص | بادشاہ گیارہ بجے کے قریب دیوان خاص میں تشریف لاتا یہاں سلطنت کے خاص امور دینی و دنیاوی سرانجام پذیر ہوتے۔ امرا وزرا۔ خدام وحشم ہر ایک کرکے باریابی کا شرف حاصل کرتے۔ وزیر اعظم صوبوں کی رپورٹوں کا خلاصہ پیش کرتا۔ عالمگیر ان سب پر احکام جاری کرتا۔ بعض معاملات میں وزرا کو ہدایت دیتا اور وہ اس کے بموجب فرمان تیار کرکے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتے پڑھتا اور مناسب ترمیم کے بعد انہیں صاف کراتا اور پھر اپنے دست خاص سے مہر ثبت کرتا۔ اکثر فرامین خود لکھتے۔ فیاض القوانین میں بیشتر فرمان خود عالمگیر کے لکھے ہوئے ہیں۔

مراحم خسروانہ | عموماً بادشاہ دربار خاص میں امرا جو عتاب شاہی

مبتلا ہو کر آتے ان پر نوازشات کرتا۔ سیواجی بادشاہی گوشمالی سے مجبور ہو کر بذریعہ راجہ جے سنگھ اپنی سفارش لے کر حاضر حضوری ہوا اور تمام پچھلی خطائیں، معاف کرانا چاہیں اور اپنے بیٹے سنبھاجی بھی عالمگیر کی قدمبوسی کے لئے حاضر لایا۔ بادشاہ نے حسب مرتبہ اس پر مراحم کئے مگر وہ اپنے زعم باطل میں کچھ چیز اپنے کو جانتا تھا، حیلہ سے چلتا بنا۔ راجہ پیڈ نایک راجہ شورا پور نے اپنے قصور کی معافی چاہی حسب فرمان ذیل عفو تقصیرات کیا۔

فرمان

اورنگ زیب بادشاہ غازی

بنام پیڈ نایک راجہ شوراپور

زبدۃ الاماثل والاقران لایق العنایت والاحسان پیڈ نایک
بعنایت بادشاہانہ مفتخر ومباہی بوده بداند که درینولا اذ،
پیشگاه خلافت وجہانبانی از راه فضل وکرم تقصیرات
من زبدۃ الاماثل والاقران عفو شده

نصرت آباد

بدستور شد فرمان حضرت بان زبدۃ الاقران

بحال حکم شد و کہ امید وار عنایت پادشاہانہ بودہ پام نایک پسر خود را بہ طمانیت خاطر برکاب ظفر انتساب بہ فرستند کہ بنوازشات پادشاہانہ وعطائے منصب سربلندی یابد۔[۵۱]

چہارم شہر رمضان المبارک سنہ
احد جلوس والا قلمی گشت

حرم سرا دوپہر کے وقت حرم سرا میں داخل ہوتا۔ کچھ عرصہ آرام کرنے کے بعد طعام تناول کرتا۔ پھر ایک گھنٹہ کے لئے استراحت گزیں ہوتا۔"

نماز ظہر بیدار ہو کر غسل کرتا پھر وضو کر کے مسجد میں نماز کے انتظار میں جا بیٹھتا۔ عین وقت پہ فضلا۔ علما۔ صلحا۔ فقرا امرا کے ساتھ نماز با جماعت ادا کرتا۔

کسب معاش بادشاہ اپنے ذاتی اخراجات کے لئے خزانہ شاہی سے ایک حبہ نہ لیتا۔ نماز کے بعد ٹوپیاں سیا کرتے۔ اور کلام اللہ لکھا کرتے ان کی فروخت اور ہدیہ سے جو رقم آتی تھی، بنج سکے

---

۵۱ توقیعات مغلیہ مرتبہ از انتظام اللہ الشہابی گوپاموی

اخراجات میں وہی صرف ہوتی تھی۔

غسل خانہ | اپنے ذاتی کام سے فارغ ہو کر غسل خانہ میں جلوہ افروز ہوتا۔ یہ مقام حرم سرائے اور دیوان خاص کے درمیان واقع تھا یہاں سلطنت کے اہم ترین اور پر پیچ معاملات طے ہوتے تھے ان سے فارغ ہو چکنے کے بعد مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ لشکریوں کی درخواستوں کا انفصال فوج کا بند و بست اور مہمات کے نقشہ بھی اسی وقت تیار ہوتے تھے۔ غروب آفتاب سے نصف گھنٹہ پیشتر وہ دیوان خاص میں جا کر تخت شاہی پر متمکن ہونے کے بعد سلطنت کے دخل و خروج پر بحث مباحثہ ہوتا۔ اسی وقت باہر سے آئے صوبہ دار اور اعمال بھی پیش ہوتے منصب داروں کا عزل و تقرر بھی رو پذیر ہوتا۔

نماز مغرب | اذان پڑھ کر تمام خدام و حشم کے مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کرتے۔

خواب گاہ | عشاء کی نماز کے بعد عالمگیر خواب گاہ میں آتے اور کتب سیر و تاریخ حدیث و فقہ کے مطالعہ میں کچھ عرصہ منہمک رہتے پھر کھانا کھانے کے بعد عبادت و نوافل میں مشغول ہو جاتے جب آدھی رات گذر جاتی تو استراحت پذیر ہوتے۔[۵۱]

---

۵۱ انقلاب عیاد نمبر

در شبان روزے آسایش خواب آں بادشاہ مالک رقاب
زیادہ از یک پاس شب نیست[۵۱]

بدھ کا روز فقط دربار عدل کے لئے وقف تھا۔ اس دن مفتی اور فضلا نہایت شان و شوکت سے حاضر دربار ہوتے تھے۔ بادشاہ خود مقدمات سنتا اور اپنے قلم سے ان کے فیصلے لکھتے تھے۔ جمعرات کو نصف دن کی تعطیل ہوتی۔ جمعہ کو عام تعطیل دن بھر تھی، اس روز دن بھر عبادت کرتے تھے۔

تالیف فتاویٰ عالمگیری

عالمگیر کو علوم شرعیہ سے خاص لگاوٹ اور یہ ضرورت محسوس کرکے کہ اہل اسلام مستند مسائل حنفیہ پر عمل پیرا ہوں۔ نیز شرعی مقدمات میں بھی مفتی بہ مسائل پہ فیصلہ کیا جائے مگر اختلافات فقہا و مفتیان باردات کی وجہ سے ایسی کوئی کتاب موجود نہیں جو تمامی مسائل پہ حاوی ہو اور اس کے مطالعہ سے ہر شخص بلا وسعت نظر و استحضار کافی و دستگاہ وافی استنباط مسائل کرسکے۔ اپنے متوسلین دربار کے علما و فضلا کے اجتماع سے ایک مستقل محکمہ تالیف فتاویٰ بسر کردگی ملا نظام[۵۲] قائم کیا گیا اور شاہی کتب خانہ جس میں بے شمار کتابیں

---

۵۱ عالمگیر نامہ

۵۲ عالمگیر نامہ

تھیں اسی ضرورت کے لئے وقف کر دیا گیا اور تقریباً دو لاکھ روپیہ نقد صرف کرکے کتاب تیار ہوئی جو فتاویٰ عالمگیر شاہی کے نام سے موسوم ہے اسی باوقار جماعت علما میں ملا وجیہ الدین سہروردی چشتی گوپاموی بھی تھے [1]

دو ترتیب تالیف فتاوی ربعے از فتاویٰ عالمگیر شاہی مسعود شد وده کس دیگر از فضلا بمدد و اشاعت او مقرر شدند و او در آں کار مساعی جمیل بکار بردہ [2]

ان دس علما میں ملا شیخ احمد بن عبد المنصور خطیب فاروقی گوپاموی بھی تھے۔

منشور عالمگیری

کہ بتاریخ روز دو شنبہ یازدہم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱ جلوس میمنت مانوس مطابق سنہ ۱۰۷۸ اردی باہ الٰہی برسالہ سیادت و نقابت پناہ شرافت و نجابت دستگاہ۔

---

[1] سوانح عمری علامہ وجیہ الدین گوپاموی مرتبہ حکیم بہاء الدین صدیقی گوپاموی۔

[2] مرات العالم

سزوار عنایت شاہی قابل مرحمت شاہنشاہی صدر رفیع القدر
رضوی خاں و نوبت واقع نویسی کمترین بندگان درگاہ
خلائق پناہ محمد رفیع قلمی می گردد کہ حکم جہان متاع صادر شد کہ
یک روپیہ و سہ پاؤ پلاؤ قصور ہر دو جنس معاف یومیہ از خزانہ
رکاب سعادت بشرط جمع فتاویٰ عالمگیری بمعاونت مشیخت
و فضائل پناہ ملا شیخ وجیہ الدین گوپاموی در وجہ مدد معاش
شیخ احمد ولد شیخ عبد المنصور خطیب مرحمت فرمودیم و اگر در محل
دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نہ گیرند واقع ۱۱ جلوس
بمنصب پروانگی بہر فضیلت و معانی مرتبت شیخ نظام تصدیق قلمی
شد مطابق تصدیق یادداشت مرقوم گشت۔

مسودہ فتاویٰ پر بادشاہ خود بھی نظر ثانی و تصحیح کرتا تھا اور حسب ضرورت علما سے مباحث کرکے تشفی بخش مسئلہ اندراج فتاویٰ کراتا تھا۔

موزون طبع عالمگیر کو ہر قسم کے لہو و لعب سے یہاں تک شعر و سخن سے بھی بالکل رغبت نہ تھی چنانچہ دیوان حافظ کا درس مکتبوں سے موقوف کرا دیا تھا۔ مگر دیوان حافظ اور گلستان اپنے سرہانے رکھتے تھے۔ بعض مصاحبوں نے اس کا سبب پوچھا جواب دیا کہ لوگوں کی طبیعتیں خام ہیں حافظ کے اصل معنی پر خیال نہیں کرتے ناحق شراب گلنار اور معشوق گلرخسار

کے نام سن کر مست ہو جاتے ہیں اس لئے اس کا دیکھنا جائز نہیں۔

شعرا کا بازار سرد تھا مگر دربار میں اکثر امیر موزوں طبع تھے۔ بعض مرتبہ قصیدے پیش کرتے سن لیتے داد حسب موقعہ دیتے مگر فرمائش یہ ہوتی کہ آئندہ بیفائدہ وقت ضائع نہ کرو۔ با ایں ہمہ کبھی کبھی خود بھی شعر کہتے تھے۔

غم عالم فراوانست و من یک غنچہ دل دارم
چسان در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیاباں را

سلطنت مغلیہ کا قدیم سے دستور تھا کہ جب کوئی بادشاہ تخت پر بیٹھتا تو سب، شعرائے پائے تخت اس کا سکہ کہہ کر لاتے جس کا پسند ہوتا اسے ایک لاکھ روپیہ انعام ملتا تھا۔ عالمگیر کے لئے بھی سکہ کہکر لائے عالمگیر نے فرمایا ہم نے بھی سکہ کہا، ہے تم سب دیکھو اور اپنی رائے ظاہر کرو۔

سکہ زد در جہاں چو بدر منیر۔ شاہ اورنگ زیب عالمگیر

سب کو متفق اللفاظ اقرار کرنا پڑا کہ حقیقت میں اس سے بہتر دوسرا سکہ نہیں ہو سکتا۔

سیرۃ عالمگیر کی ابتدائی زندگی سے ہی طبیعت میں پارسائی اور اتقا تھا خوف خدا رکھتے تھے اولاد اور افسران ملک کو خوف الہی سے ڈراتے رہتے تھے اور ہر قسم کے لہو ولعب سے قدرتی تنفر تھا حالات و اسباب کے، لحاظ سے جس کامیابی کے ساتھ سلطنت کی وہ تاریخ ہند میں بے نظیر ہے۔

شہسواری۔ تیر اندازی۔ نیزہ بازی۔ نشانہ بازی۔شکار وغیرہ غرضکہ تمام فنون حرب میں غائت درجہ کی چست ہوشیار تھے۔

فقیر دوست۔ ریاکاروں کا دشمن علماکے قدردان۔ غربا و مساکین کیلئے برسر عدالت نقدی اپنے پاس رکھتے تھے اور دیتے تھے

نرمی و عفو کا مادہ حد سے زیادہ تھا لوگوں نے اکثر اس کو قتل کرنے کے ارادہ کئے مگر اُن کو معاف کیا اور روزینہ مقرر کردیا سزائے موت کا شاذ ہی، حکم دیا کرتے تھے۔

اپنے آپ کو رعایہ اور ملک کا محافظ اور سلطنت کا امین سمجھتے تھے۔

ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ میں عالمگیر کی مستعدی اور بیدار مغزی کا واقعہ لکھتا ہے ایک امیر نے عرض کیا کہ حضور جو کام میں اس قدر مصروف فرماتے ہیں اس سے اندیشہ ہے کہ مبادا صحت جسمانی بلکہ قوائے دماغی کے اعتدال اور طاقت کو کچھ نقصان پہونچے بادشاہ نے ناصح کی طرف سے مُنہ پھیرلیا اور دوسرے امرا کو مخاطب کرکے فرمایا۔

خدا نے مجھے بادشاہ اپنی مخلوق کی خدمت کے لئے مقرر کیا ہے کہ میں رعایا کی آرام و اسایش کا کافی لحاظ رکھوں اپنی راحت سے زیادہ ان کی راحت کا خیال کروں نہ کہ فضول صلاح کاروں کی رائے پر کاربند ہوں۔عوام کے ساتھ منصفانہ برتاؤ تھا۔ مگر ملکی مخالفوں کے حق میں بہت ہی سخت تھا۔

شہنشاہ محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیرؒ



دارالخلافہ دارالخلافت دہلی بقول ڈاکٹر ہنٹر اپنی عظمت اور شان میں روئے زمین کے دارالخلافتوں سے عہد عالمگیر میں گوئے، سبقت لے گیا تھا۔" کہا جاتا ہے ۲۰ لاکھ کے قریب آبادی ہو گئی تھی"

وفات عالمگیر آخر عمر میں دکن کے ملکوں کا انتظام کر رہا تھا بڑھاپے، کے سبب سے بیمار ہوا بعمر ۹۱ سال ۱۳ دن بروز جمعہ ۲۰ ذیقعد ۱۱۱۸ھ کو وفات ہوئی دولت آباد[۵] کے قریب شیخ برہان الدین اور شاہ، زری زربخش کے مزاروں کے درمیان دفن کئے گئے ۵۰ سال ۲ ماہ ۲۷ یوم سلطنت کی تاریخ وفات "دخل الجنتہ" ہے۔

علما و شعرائے عہد عالمگیری

مفسرین شیخ غلام نقشبندی لکھنوی متوفی ۱۱۲۶ھ ملا شیخ احمد جیون امیٹھوی متوفی ۱۱۳۰ھ مولانا نورالدین متوفی ۱۱۵۵ھ مولوی اصغر قنوجی متوفی ۱۱۴۰ھ

محدثین شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ حاجی صفت اللہ نبیرۂ شیخ اللہ دیہ الرضوی خیرآبادی متوفی ۱۱۵۵ھ

فقہا افضل المعال ملا وجیہ الدین بن مفتی شیخ عیسیٰ محدث شہابی گوپاموی، اتالیق شہزادہ داراشکوہ و صدر صوبہ اودھ و الہ آباد و منصب دار سہ ہزاری و مؤلف ربع حصہ فتاوی عالمگیر شاہی ۵ جمادی الثانی ۱۰۸۳ھ کو وفات ہوئی۔

عـ۵ اورنگ آباد۔

ملا شیخ نظام برہان پوری ملا لطیف سلطان پوری - ملا عبد الغفور برہان پوری -

قاضی | قاضی عبد الوہاب متوفی سنہ ۱۰۸۶ھ قاضی شیخ الاسلام قاضی صدر الدین ہرگامی - قاضی محمد حسین جونپوری قاضی شہاب الدین گوپاموی متوفی سنہ ۱۱۳۱ھ

مفتی | حاجی احمد بہاری مفتی عسکر شاہی مفتی عبید اللہ شہابی گوپاموی متوفی سنہ ۱۰۷۵ھ مفتی علیم اللہ گوپاموی متوفی سنہ ۱۱۰۳ھ

حکما | قاضی محب اللہ بہاری ملا محمود فاروقی جونپوری متوفی سنہ ۱۰۶۲ھ

علما | ملا عبد الرشید ملا زاہد کابلی خلف قاضی محمد اسلم ہروی شیخ عبد العزیز اکبرآبادی ملا عبد اللہ رومی مترجم فتاوی عالمگیری ملا عبد اللہ سیالکوٹی شیخ ، عبد الباقی جونپوری شیخ قطب برہان پوری اتالیق شہزادہ محمد اعظم - محمد اکرم لاہوری اتالیق شہزادہ محمد کام بخش - قاری حافظ ابراہیم

مورخین | عبد المجید - عاقل خاں رازی - محمد ساقی مستعد خاں مرزا محمد کاظم متوفی سنہ ۱۱۰۰ھ نعمت خاں عالی متوفی سنہ ۱۱۲۱ھ بختاور خاں متوفی سنہ ۱۰۹۵ھ

شعرا | آشنا - ناظم ہروی - بیدل - ماہر اکبرآبادی - افسری - اعجاز اکبرآبادی - سعید مفتی ابو سعید گوپاموی متوفی سنہ ۱۱۴۷ھ ضمیر - طاہر - خالص - ملا شفیعا یزدی اشرف مازندرانی - رازی خوافی - ملا طغرائے مشہدی - پنڈت چندر بھان برہمن اکبرآبادی متوفی سنہ ۱۱۳۱ھ مرزا محمد رفیع قزوینی عہ

عہ از مراۃ العالم و خزینۃ اولیا - مرتبہ مفتی انعام اللہ شہابی گوپاموی متوفی سنہ ۱۲۷۵ھ

شہزادی زیب النسا بیگم

فہرست مضامین

شاہنشاہ ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر

فہرست مضامین

DUE DATE